

ابطال غلامی

(*)

المسجل

تدریۃ الاسلام عز مشین الامۃ والغلام
معہ ایک آرکھل کیے کہ

غلامی فطرت انسانی کے برخلاف ہے

(*)

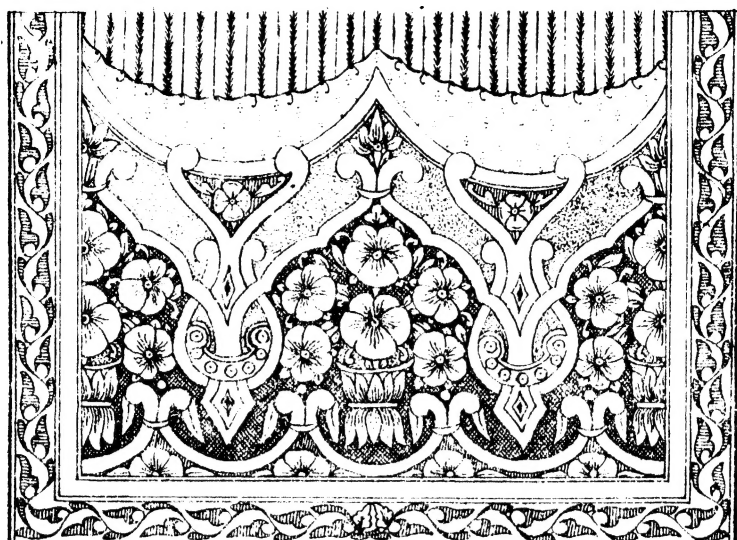
صفحہ

المفتقر الی اللہ الصمد سیدنا محمد

(*)

در مطبع معنیہ ام اکبر باہتمام محمد قادیان خان صوفی طبع شد

۱۹۳۳ء



بسم اللہ الرحمن الرحیم

غلامی فطرت انسانی کے برخلاف ہے

آزادی اور غلامی آپس میں ایسی نفیض ہیں کہ نہ دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے نہ دونوں کا ارتقاع اور اس لیے یہ دونوں داخل مرضی پروردگار نہیں ہو سکتیں ورنہ خود پروردگار کی مرضی میں تناقض لازم آوے گا جو اس کی حکمت بالغہ کے شایان نہیں ہے پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پروردگار کی مرضی کے مطابق ہوگی یا یوں کہو کہ قانون قدرت و نفیضوں کا متقاضی نہیں ہو سکتا اور اس لیے ان میں سے ایک ہی مقتضای قانون قدرت ہوگی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ایک ایسی ہستی بنایا گیا ہے جسکی فطرت میں آزادی اور خود مختاری

رکھی گئی ہے وہ ذہنی عقل اور ذہنی شعور ہے اُسکو تمام قواسمِ ظاہری و باطنی دیئے گئے ہیں اُنکے استعمال پر سطح کہ وہ چاہے قادر ہے تمام کاموں کے شروع کرنے کی سمجھ اور اُنکے انجام کی سوچ اُسکو دی گئی ہے تاکہ ہر کام کا آغاز اور انجام سوچ لے اُسکی فطرت ایسی ہے کہ اپنے لئے آپ تمام چیزیں ہیا کرنے کے لئے حاجت مند ہے پس یہ تمام چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس پتھر کے صانع کی مرضی یہی تھی کہ یہ پتلا خود اپنا آپ مالک ہے۔

صانع نے یہ تمام قویٰ جو انسان کو عطا فرمائے ہیں اُن سے اُسکی مرضی یہ معلوم ہوتی ہے کہ تمام قویٰ انسان میں اس طرح پر شکستہ و شاداب رہیں کہ اعتدال سے خارج ہونے پا دیں اور ایک دوسرے کی تقیض نہ ہو جاویں انسان کی ذاتی محنت اُسی کے لئے سود مند ہو غلامی کی حالت میں انسان کے بہت سے قویٰ جو مضرت و تکلف و تروتازہ رہنے کے پرمردہ بلکہ محض معطل و بیکار ہو جاتے ہیں اُسکی محنت اُسکی سود مندی کے لئے نہیں رہتی پس کسی طرح ایسی حالت صانع کی مرضی نہیں ہو سکتی۔

انسان کی وہ چیز جس سے انسان انسان کہلاتا ہے اور جب کا نام لوگ روح لیتے ہیں مگر اُسکی حقیقت کچھ نہیں بتا سکتے ایسی شریف چیز کہ کسی کی ملکوت ہونے کی لیاقت ہے نہیں رکھتی کیا نتائج قانون قدرت یا خدا کی روح یا امرت کسی کی ملکیت ہو سکتی ہے؟ کیا اہم ہی ہے ایک مخلوق ہماری ملکیت میں آسکتی ہے؟ حاشا وکلا پس صانع عیان ہے کہ غلامی اُس قابلِ مطلق کی مرضی اور قانون قدرت دونوں کے برخلاف ہے۔ تمام انسان آزاد اور یکساں پیدا ہوئے ہیں اور کچھ شبہ نہیں کہ زندگی اور آزادی اور خوشی حاصل کرنے میں یکساں اور غیر قابل

انتقال استحقاق رکستہ میں۔

مگر انسان کی پہنچی سے کوئی نسل اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ غلامی کی مصیبت انسانوں میں نہ رہی ہو بہت عقلمند اور دانا اور حکیم گذرے ہیں صاحب شریعت گذرے مگر بجز ایک کے اور کسی نے اس قانون قدرت کے مخالفانہ کچھ تدارک نہ کیا مگر صلوٰۃ اللہ علیہ نے اسکو جائز رکھا عیسیٰ علیہ السلام نے اُسکی نسبت ایک حرف بھی نہیں کہا یونانی حکیمون نے از روے اصول اخلاق کے حالت غلامی کی نسبت کوئی اعتراض ہی نہیں سمجھا اسطو باوصف اس دانا کی کے یہ سمجھا کہ خود خدا نے انسان کو آزادی اور غلامی میں تقسیم کیا ہے وہ یہ سمجھتا تھا کہ جن لوگوں کو غلام بنایا جاتا ہے وہ ایک قسم ہی جدا ہے اول تو یہ سمجھ ہی اوس بڑے حکیم کی جو ہر طرح ہمارے اوب کے لایق ہے غلطی اور واسے اُسے اپنے خیال نہ کیا کہ غلامی کسی خاص قوم مخصوص نہیں رہ سکتی افلاطون اُس سے بھی زیادہ غلطی میں گرا جب اُس نے کہا کہ مصر یونانی غلام نمونے چاہئیں زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اُس ایک فیاض شخص کا اصول مقررہ جس نے آئندہ کی غلامی کی جڑ کو کاٹا اور غلاموں کی جہالت کو سنوا اور جہالت تک ممکن ہوا انکو آزادی کا خلعت پہنایا ایسا غفلت میں پڑا کہ بہت ہی کم اُس پر خیال ہوا پس ہمارا ارادہ ہے کہ ہم اس مضمون کی اصلیت پر جو ب مذہب اسلام کے کچھ تحقیق و تدقیق کریں مگر قبل اسکے ہم چاہتے ہیں کہ اس محل میں غلامی کا کچھ مختصر حال بیان کریں کہ کس کس طرح پر اور کن کن قوموں میں رائج تھی اور عیسیٰ کیسی بے حسیان اُنکی نسبت ہوتی تھیں۔

غلامی کا رواج ایسا پُرانا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں زمانہ انسان کی یاد سے باہر ہے غالباً تو رائج

دنیا کے شروع ہی سے غلامی پیدا ہوئی تھی اصلیت شروع غلامی کی صفہ ہی پائی
 باقی ہے کہ وحشی قوموں نے اپنے قیدیوں کو بچا سے مار ڈالنے کے غلامی کی حالت میں
 رکنا زیادہ مفید سمجھا اور اس سبب سے دو طریق غلامی کے رائج ہوئے ایک وہ جو لڑائی میں
 لوگ قیدی ہوتے تھے اور یہ طریقہ طریق جائز اور بے عیب اور گویا قانوناً جائز سمجھا جاتا تھا
 اور تمام قوموں نے اپنی تہذیب و شایستگی کے زمانہ میں ہی اسکو صحیح سمجھا تھا دوسرے وہ
 قیدی جو دغا و فریب سے یا زوری سے قید کیے جاتے تھے اور ان کے ساتھ ہی ویسا ہی طریقہ
 برتا جاتا تھا جیسا کہ جائز غلاموں کے ساتھ اُس کے بعد رفتہ رفتہ اور متعدد طریقے غلامی کے مختلف
 قوموں میں پیدا ہوتے گئے۔

تمام مشرقی قومیں جبکہ حال بہکو معلوم ہے غلام کہتی تھیں یہودیوں کے ہاں غلامی قانوناً
 جائز تھی ایرانی بھی بموجب اپنے قانون کے غلام رکھتے تھے اُن کے ہاں دوسری ہی
 قوم کے لوگوں کو غلام بنانے کی اجازت نہ تھی بلکہ اپنی قوم کے لوگوں کو ہی غلام بناؤ تھے
 اُن کے ہاں دستور تھا کہ مجلس مقروض اپنے بھائی بطلور غلام کے بیچ ڈالتا تھا جو بطلور غلام
 کے رہتے تھے البتہ نسبت غیر قوم کے غلاموں کے انکی نسبت قانون فی الجملہ نرم تھا سات برس
 بعد مقوم غلام آزاد ہو جاتے تھے اور ہر چار سو برس عام طور پر مقوم غلام آزاد کیے
 جاتے تھے۔

یونانیوں میں بھی غلامی کی رسم جاری تھی وہاں ایک قوم وہاں کے قدیم باشندوں کی
 نسل سے تھی جو اپنے آقا کی زمین کاشت کر کر اسکو لوگان دیتی تھی اور لڑائی کے وقت اپنے آقا

کے ساتھ جوتی تھی۔ ایک قسم غلاموں کی یونان میں ایسی تھی کہ وہ یونان سے باہر دوسرے ملک میں فروخت نہیں ہو سکتی تھی اور نہ اپنے عیال و اطفال سے جدا کر دی جاتی تھی بلکہ سیکندر جاباد و پیدا کرنے کے بھی قابل سمجھی جاتی تھی اور وحشی غلام جو بذریعہ خرید حاصل ہوتے تھے وہ تو مثل اور جاباد کے تھے کہ جب اور جہان چاہو پیچھا لوان سے محنت مزدوری کر دانی جاتی تھی کائنات میں کہہ دانی جاتی تھیں اور ان کی اجرت اور منفعت اُن کے آقا لیتے تھے اور غلاموں کی جو اولاد ہوتی تھی وہ بھی غلام ہوتی تھی تریشیا کے لوگوں کی ایسی بیعتی تھی کہ وہ خود اپنی اولاد کو بیچتے تھے ایتھنز میں غلاموں کی حالت اور ملکوں سے اچھی تھی ڈیاستینز کا قول ہے کہ بمقابلہ اور ملکوں کی آزادیوں کے ایتھنز کی غلامی کی حالت اچھی ہے۔

رومیوں میں بھی غلامی تھی مگر ان کی سمجھ بے عمدہ تھی رومی مقنن سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو آزاد بنایا ہے اور غلامی قانون خالق کے برخلاف ہے ہر صورت ملکی قانون کے مطابق وہ غلامی کو جائز رکھتے تھے اور اسلئے ان لوگوں کو جو رومی میں قید ہوتے تھے اور ان آزاد شخصوں کو جو خود اپنے آپ کو بیچ ڈالتے تھے غلام سمجھتے تھے آقا کا اختیار غلام کو سزا دینے یا قتل کرنے کا نامحدود تھا ضعیف و ناتواں غلام ٹائیبر کے زیرہ میں فاقہ کشی کرتے کرتے مر جانے کے لیے جبراً جاتے تھے سلطنت کے قوانین نے ان برہمنوں کی سیکندر روک تھام کی تھی یہ قانون تھا کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو بلا سبب قتل کر ڈالے تو اُس کے ساتھ اس طرح پریشایا جاوے کہ گویا اُس نے دوسرے شخص کے غلام کو مار ڈالا ہے اگر کوئی آقا اپنے غلام پر بہت سخت بے درمیان کیا کرتا تھا تو آقا اس بات پر مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اُس کو بیچ ڈالے گلا ڈالیں کے قانون کے

مطابق غلام کا مار ڈالنا بمنزلہ قتل کے متصور ہوتا تھا غلام جب بیچے جاتے تھے تو ان باب لڑکے بہائی بہن جیدانہ کیے جاتے تھے غلاموں کو شادی کرنے کا اختیار نہ تھا اور انکے اور انکی اولاد میں کوئی قانونی رشتہ نہ سمجھا جاتا تھا بچا گے ہوئے غلام کو بڑا دینا جرم تھا انکے آزاد کرنے کے بھی بہت سے طریقے تھے جو از روئے قانون کے معین اور محدود کئے گئے تھے۔

رومیوں کے ہاں ابتدا میں غلام بہت کم تھے لیکن رفتہ رفتہ انکی بہت کثرت ہو گئی تھی تاکہ کل کاشتکاری غلاموں کے ذریعہ سے ہوتی تھی سلطنت جمہوری کے زمانہ میں جو روم میں تھی ذمی مقدمہ لوگ نہایت کثرت سے غلام کہتے تھے اور جب قدر زیادہ غلام ہوں اُس قدر شان و شوکت زیادہ متصور ہوتی تھی ایک شخص کے پاس دو سو غلاموں کا ہونا ایسی بات نہ تھی کہ لوگ اُسکو معمولی بات سے کچھ زیادہ سمجھیں۔

ابتدا میں غلام کوئی جائیداد پیدا نہیں کر سکتا تھا جو کچھ وہ پیدا کرتا تھا سب کچھ اُسکے آقا کی ملک ہوتا تھا لیکن جب غلام تجارت کے کاموں میں مصروف ہونے لگے تو کچھ حصہ منافع میں سے انکا خاص سرمایہ سمجھا جاتا تھا اور بعضی دفعہ یہ شرط ہوتی تھی کہ جب وہ سرمایہ اس قدر روپیہ تک پہنچ جاوے گا تو غلام آزاد ہو جاوے گا۔

ہندوؤں میں بھی دھرم شاستر کے بموجب غلامی جائز تھی اور مفصلہ ذیل صورتوں میں ایک انسان دوسرے انسان کا غلام ہو جاتا تھا لڑائی میں قید ہونے سے۔ خود اپنے تئیں کسی کا غلام بعض روپیہ کے یا قحط سالی میں بعض نان و نفقہ دینے کے یا کوہی سب سے

بنادینے سے۔ عبوس زر قرضہ یا کسی جرم کی سزا میں غلام ہو جانے سے۔ مان باپ کا
اپنی اولاد کو بیچ دینے سے۔ اولاد غلاموں کی بھی غلام ہوتی تھی۔ غلاموں کا بیع اور ہبہ کے
ذریعہ سے انتقال ہوتا تھا اور روز انتقال سے منتقل الیہ کی غلامی میں آجاتا تھا۔

دہرم شاستر کی رو سے غلام مثل مویشی کے اپنے آقا کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کو حقیر نام
یعنی ودبائی مویشی دیا گیا ہے۔ دہرم شاستر میں کوئی حکم غلام کی نسبت ایسا نہیں ہے جس کے ذریعہ
سے وہ بیرحم آقا کے تشدد و بدسلوکی سے محفوظ رہے اور نہ اُس میں آقا کے اختیار کی جواں سکو
غلام پر کچھ تصریح ہے۔

کوئی حق ملکیت دہرم شاستر کی رو سے غلام کو حاصل نہیں ہے اُس کا مال کسویں بھی اُس کا
حق نہیں ہے۔ دہرم شاستر میں ہجر آقا کی خوشی کے اور کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جس کے ذریعہ سے
غلام کو آزادی حاصل ہو سکے اَلَا اِذَا رُفِعَ آقا کی جان بچائی ہو تو وہ اپنی اور اپنے بیٹے کی
آزادی کی درخواست کرنے کا استحقاق رکھتا ہے اگر آقا سے لوٹنے کے اولاد پیدا ہو اور کوئی
صحیح النسب اولاد نہ ہو تو دونوں آزاد ہو جاتے ہیں یا جو بے غلامی کا ہے وہ نہ ہے تو غلام
آزاد ہوتا ہے۔

ایک دوسری قسم غلاموں کی دہرم شاستر کے بموجب عبید الارض ہیں یعنی غلام جو کاشت
اراضی سے تعلق حق موروثی کار کرتے ہیں اس قسم کے غلاموں سے احکام جائیداد وغیرہ متعلق
کے متعلق ہیں یعنی ان غلاموں پر جو کاشتکاری کے کام کے لئے ہوں باپ اور بیٹے کو یکساں
اختیار حاصل ہے۔

مذہب اسلام کے پیروؤں کا بلاشبہ حق تھا کہ وہ غلامی کا نام نشان دنیا میں باقی نہ کرتے اور غلاموں کی آزادی کا فرمان جیسا کہ اصول مذہب اسلام سے پایا جاتا ہے دنیا میں جاری کرتے مگر انہیں یہ کہ وہ سب سے زیادہ اندھیرے میں پڑے اور باوجودیکہ اس زمانہ میں تمام ملک روشن ہو گئے ہیں مگر اسلامی عملداریاں اب تک اُسی تاریکی اور اندھیرے میں ہیں۔

اگرچہ عیسائی مذہب نے کچھ بھائی غلاموں کے حق میں زمین کی تھی مگر بلاشبہ عیسائیوں نے اُن کے حال پر رحم کیا اور یہ نیکی اور بلند نامی اُنہوں ہی نے حاصل کی جسٹین نے غلاموں کے رفتہ رفتہ آزاد ہو جانے میں بڑی کوشش کی عیسائیوں ہی نے اُن آقاؤں کو جو انچر غلاموں کو بے اطلاع حاکم مار ڈالتے تھے ملعون قرار دیا مگر اُس زمانہ میں یہ افت و ترک نہ سکی اور جتنی حکم کرنے والے بہت سے غلام اپنے ساتھ لائے جو اکثر سلیوٹین قیدی تھے اور جس سے انگریزی لفظ سلیوٹین غلام نکلا ہے تو پڑے زمانہ بعد تمام یورپ میں ایک قسم کی غلامی مروج تھی جو سرف کے نام سے کہلاتی تھی سلیوٹ اور سرف میں یہ فرق تھا کہ سلیوٹ کو آقا فروخت بھی کر سکتا تھا مگر سرف سے صرف معین کام لینے کا حق رکھتا تھا۔

جب کہ نئی دنیا یعنی امریکا دریافت ہوئی تو عیسائی قوموں میں غلامی کے معاملہ کی بڑی گرم بازاری ہوئی امریکا کے قدیم باشندے کمزور تھے اور جن مشکل اور محنت کے کاموں کی وہاں حاجت تھی اُن کے قابل نہ تھے اسلئے پورچگیز والوں نے جبکہ قبضہ میں بہت بڑا حصہ افریقہ کا تھا وہاں سے حبشیوں کو لیجا کر شروع کیا لاس کیس صاحب چھپا کے بٹپ

نے امریکا کے باشندوں کو ملحق محنت کا قانون کے کوہودنے کے نہ دیکھ کر گنگ چارلس بادشاہ انگلینڈ سے درخواست کی کہ اُنکے بدلے حبشی غلام کام کرنے کو دینے جاوین کیونکہ وہ مضبوط اور توانا ہیں چنانچہ اُس بادشاہ نے ۱۸۵۷ء میں حبشی غلاموں کے لائے جانے کا حکم دیا انگریزوں میں سب سے پہلے جس نے غلاموں کی تجارت شروع کی وہ سر جان ہاکنس تھے جنکا نام غلامی کے ساتھ ہمیشہ لایا گیا باوگیا ملکہ توڑے ہی عرصہ میں اور بہت سے لوگ اُنکے ساتھ غلاموں کی تجارت میں شریک ہو گئے انگلستان نے ۱۸۰۷ء سے لغایت ۱۸۳۳ء کے تین لاکھ غلام افریقہ سے حاصل کئے اور اوس کے بعد لغایت ۱۸۳۳ء سے ۱۸۶۷ء تک چھ لاکھ تین سو لاکھ دس ہزار غلام بھیجے تجارت غلاموں کی ایسی ہیرحمی سے ہوتی تھی جسکا حال سنکر تعجب آتا ہے ہما زمین نمایا ہے احتیاطی سے مثل بکریوں اور بھیڑوں کے بہرے جاتی تھے اور امریکا پہنچنے کے بعد بھی کچھ اونکی حفاظت نہ ہوتی تھی مگر جہاں انگریزوں کی عملداری تھی وہاں اون غلاموں کی حالت کی قدر بہتر تھی اونکی زیادہ سی کے لیے عدالتیں مقرر تھیں عورتوں کو کوڑے مارنے کی بالکل مانعت تھی مگر یہ بات پوچھنے کے قابل ہے کہ جس زمانہ میں امریکا میں جہاں انگریزی عملداری تھی قوانین مذکورہ بالا غلاموں کی نسبت جاری تھے اوس زمانہ میں انگلینڈ میں نسبت غلامی کے کیا قانون تھا۔ اُسی زمانہ یعنی ۱۸۳۳ء میں مقدمہ غلامی مسمی سومرسٹ حبشی جو لندن میں چلا آیا تھا پیش ہوا اُس میں یہ تجویز ہوئی کہ انگریزی زمین پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی غلام آزاد ہو جاتا ہے گوکہ بعد واپس جانے اوس غلام کے غلامی کے ملک میں اُسکا آقا بہر اُس پر دعویٰ کر سکتا ہے۔

ولایت میں ایک میرے انگریز دوست نے مجھے کہا کہ صرف ہماری قوم ہی کو آزادی کا
 فخر نہیں ہے بلکہ ہماری زمین کو بھی یہ افتخار ہے اس لیے کہ جو شخص ہماری زمین پر قدم رکھتا ہے
 گو وہ کسی کا غلام ہی کیون نہ ہو اس وقت سے آزاد ہے اُس کے اس کہنے نے میرے دل پر
 نہایت اثر کیا اور میں نے کہا کہ بلاشبہ تمکو اور تمہاری زمین کو بڑی عزت ہے جو خدا نے دی۔
 اسی زمانہ میں رحیم اور نیک دل اور انسان کی بہلائی چاہنے والے لوگوں کے دل
 میں خیال آیا کہ غلاموں کی تجارت کی موقوفی پر کوشش کرنی چاہیے چنانچہ ۱۸۰۷ء میں ایک
 سوئیٹی واسطے موقوفی غلاموں کی تجارت کے لندن میں قائم ہوئی اُس کے ابتدائی ممبر
 ڈبلیو ڈالون صاحب اور طامس کلرک صاحب اور گریول شارپ صاحب تھے جنکی نیک نامی
 ہمیشہ یادگار رہیگی اس معاملہ میں سب سے زیادہ پرجوش اور نہایت مستعدی سے اسے
 دینے والے اور گفتگو کرنے والے ولیم ولبر فورس صاحب تھے جنکی تائید ولیم پٹ وزیر سلطنت
 کی جانب سے ہمیشہ ہوتی تھی غرض کہ شدہ شدہ ان انسان کی بہلائی چاہنے والوں کی بدولت
 فروری ۱۸۰۷ء میں سلطنت انگلشیہ نے حکم دیا کہ بذریعہ کمیٹی پر پوری کونسل نسبت تجارت غلاموں
 کے تحقیقات کی جاوے اور ایک قانون بنایا گیا جس سے جہاز میں بے انتہا غلاموں کے
 سہر لینے کی کچھ اصلاح ہوئی بڑی قسمتی یہ ہوئی کہ ولبر فورس صاحب نے جو مسودہ قانون کا اس
 مطلب سے بنایا تھا کہ اندہ سے تجارت غلاموں کی موقوف ہو وہ مسودہ ۱۸۰۷ء میں گم ہو گیا۔
 اسی اثنا میں انگریزوں نے دج پرفٹ پائی اور غلاموں کی تجارت نے پرافتخار پیش کیا مگر ۱۸۰۷ء
 میں کونسل سے ایک حکم مشعر امتناع تجارت اون مفتوحہ نوآبادیوں میں جاری ہوا اور ہر سال ۱۸۰۷ء

میں ایک قانون بنایا گیا کہ انگریزی رعایا کسی طرح غلاموں کی تجارت میں شریک نہواؤ اسی سال سٹر فاکس صاحب نے ایک رزلویشن ہوس آف کانٹریمنٹس کیا اور وہ جاری ہوئی ہو گیا کہ آئندہ سے کلکتہ غلاموں کی تجارت موقوف ہو لارڈ گرینول صاحب کی تحریک سے ہوس آف لارڈس نے اُس رزلویشن کو منظور کیا اور انگلینڈ نے اس فیاضانہ اور رحمانہ بلکہ انسانیت کے کام میں بلند نامی حاصل کی۔

اُس کے بعد دوسری سال میں یعنی سن ۱۸۰۷ء میں لارڈ ہاک صاحب نے جو بعد کو آرل گرے ہوئے ایک مسودہ قانون ہوس آف کانٹریمنٹس کیا کہ یکم جنوری سن ۱۸۰۷ء کے بعد غلاموں کی تجارت عموماً اور قطعاً موقوف ہو دونوں ہوس یعنی ہوس آف کانٹریمنٹس اور ہوس آف لارڈس نے اس قانون کو پسند کیا اور پچیسویں مارچ سن ۱۸۰۷ء کو اس قانون کی نسبت شاہی منظوری حاصل ہوئی۔

لیکن تعجب کی بات ہے کہ جس ملک کے زمین پر ایسے فیاض اور عالی ہمت لوگ رہتے تھے جنہوں نے اس رسم بد کی موقوفی پر بے انتہا کوششیں کیں وہ ان کمینہ طبیعت کے لوگ بھی موجود تھے اور انہوں نے غلاموں کی تجارت کو خنجر ادا اور اسپین اور پورٹو گیل کے جہنم کی آڑ میں انکی تجارت کرتے تھے اور ہر کشتی سے غلام جہازوں میں بہرے لگے اور جب کوئی جہاز انکی تلاشی کو جاتا تو جہتی غلاموں کو جہاز پر سے دریا میں پھینک دیتے تھے اور جو جانہ کہ اس قانون میں غلاموں کی خرید و فروخت کرنے پر نہادہ اس رسم بد کے بند کرنے کو کافی نہ تھا اسلئے فیاض دل اور انسان دوست بلکہ انسانیت محرم سٹر بروم صاحب نے سن ۱۸۰۷ء میں ایک مسودہ

قانون پیش کیا جو بالاتفاق سب کے منظور ہو گیا اور جس میں یہ بات قرار پائی کہ تجارت غلاموں کی جرم کہہ رہے جسکی سزا جو دہ برس کی قید مع جلا وطنی یا تین برس سے پانچ برس تک کی قید مع شقت شادہ دی جاوے گی۔

۱۸۲۴ء میں ایک اور ایکٹ جاری ہوا جس میں غلاموں کی تجارت جرم بحری و کیتی قرار پایا جو نہایت سنگین جرم ہے اور ہر ۱۸۲۳ء میں اسکی ترمیم ایک ضابطہ نو بنداری کے تفاوت ہوئی اور تجارت غلامی کی سزا جس دوام مع جلا وطنی قرار دی گئی۔

ان بڑی کوششوں کے بعد انگریزوں کی عملداری میں سب غلاموں کی تجارت اٹھ گئی اور اوسے کے ساتھ امریکا کے یونیٹڈ اسٹیٹس سے بھی موتوت ہوئی اور رفتہ رفتہ جنوبی امریکا کی جمہوری سلطنت مقام و نزاع و چلی و بونس ایرز اور سویڈن اور ڈنمارک اور ہالینڈ سے بھی موتوت ہوئی انگریزوں کی اس فیاضی کو دیکھ کر یورپ کی اور سلطنتوں کو بھی اس بے تجارت کے اٹمانے کی ترغیب ہوئی اور اس کے لیے قانون بنائے گئے اور عدنانے کیے گئے پانچ ۱۸۲۵ء و ۱۸۲۶ء میں پورٹو ریکو اور اسپین کی سلطنت نے بھی اسپین پر رضامندی ظاہر کی اور ۱۸۲۶ء میں بریزل نے قبول کیا کہ بعد ۱۸۳۰ء کے اگر غلاموں کی تجارت اس ملک میں ہو تو وکیتی بحری کا جرم سمجھا جاوے اور ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۳ء میں جو عہد نامہ فرانس سے ہوا اور جسکو قریبا کل یورپ کی بحری سلطنتوں نے منظور کر لیا اس سے استحقاق سمند میں جہازوں کی تلاشی کا واسطے بند کرنے غلامی کی تجارت کے حاصل ہوا اور پھر کنٹریبل عہد نامہ کے مطابق ۱۸۴۰ء میں ہوا اس عہد نامہ کو یورپ کی پانچ اعلیٰ سلطنتوں میں وسعت دی گئی پھر شیرٹن کے

عہد نامہ سے جو ۱۸۴۲ء میں یونیٹڈ اسٹیٹ سے ہوا کچھ فوج مشترکہ ذریعہ کے کنارے پر واسطے موقوفی تجارت غلاموں کے قایم ہوئی پھر ۱۸۵۷ء میں فوج مشترکہ انگلستان اور فرانس کو استحقاق تماشائی غلامان حاصل ہوا۔

فیاض اور عالی حوصلہ اور نیک دل انگریزوں کو یہ خیال بھی تھا کہ موجودہ غلام ہی آزاد کیے جاویں اس بات کے لیے سوچیں بھی نہیں اور ہوس آت کا منتر میں بحث بھی ہو کی آخر ۱۸۳۳ء میں مسٹر اسٹینلی صاحب نے جو اس زمانہ میں نواب دیون کے وزیر تھے غلاموں کی آزادی کے لیے قانون کا مسودہ پیش کیا اور ہوس آت کا منتر اور ہوس آت لارڈ میں منظور ہوا اور ۲۸ اگست ۱۸۳۳ء کو بادشاہی منظوری حاصل ہوئی اور بیس کرور پونڈ یعنی دو پدم روپیہ غلاموں کے مالکوں کو بطور معاوضہ نقصان دیا گیا مگر خیال کرنا چاہیے کہ یہ روپیہ کہاں سے آیا تھا یہ روپیہ اسی ملک کی رعایا نے دیا تھا جس ملک کو ہم کہتے ہیں کہ تہذیب و تہذیب سنگی میں اپنا لفظ نہیں رکھتا ۱۸۷۷ء میں فرینچ نے بھی اپنے حبشی غلاموں کو آزاد کر دیا اور ۱۸۶۲ء میں وچ کے غلام آزاد ہوئے اور شمالی اور جنوبی امریکا میں جو لاطینی غلاموں کی آزادی کے لیے ہوئی وہ ابھی تک دنیا کی آنکھوں سے مخونین ہوئی ہے۔

انگریزوں کی کوششیں جو غلامی کے بند کرنے میں ہوئیں انکے ہم دل سے شناخوان ہمیں اور اس بات کو بھی قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی انگلش گورنمنٹ نے غلاموں کی تجارت بالکل موقوف کر دی اور بدہ فروشی بھی بند ہوئی مگر ہم دل سے گورنمنٹ کی کارروائی کے جو ہندوستان میں غلامی کی نسبت ہوئی ہے شناخوان نہیں ہیں کہ کوٹن غلابے کہ

ہندوستان میں درمیان ہندوستانی عماریوں کے بردہ فروشی جاری ہوا اور گورنٹ کچہرے کا فی تدبیر اس کے لیے نہیں کرتی بعض دفعہ ہکو خود انگریزی عماری میں بردہ فروشی ہونے یا لوڈی اور غلام لانے کا شعبہ پیدا ہوتا ہے جبکہ ہم کہیوں کے ہاں نئی نئی نوچیوں کا اور سچڑوں کے ہاں نئے نئے چیلوں کا اور لونوں کے ہاں نئے نئے خواجہ سراؤں کا امانتے ہیں ہم دل سے کہتے ہیں کہ ان سب باتوں کا گناہ اب تک انگریزی گورنٹ کے سر پر ہے موجودہ قانون ان امورات کے تدارک کے لیے کافی نہیں ہیں مگر امید ہے کہ کسی دن یہ رسم بہ ہندوستان سے بالکل موقوف ہوگی۔

یہ سب تو ہنسنے کما مگر ہکو دیکھنا چاہیے کہ مسلمان گورنٹوں نے اس باب میں کیا عورت کما ہے ہماری اسے یہ ہے کہ اس معاملہ میں دین و دنیا دونوں کا خسران مسلمان گورنٹوں کو نصیب ہے اب بجز مسلمان گورنٹوں کے اور کین غلاموں کی تجارت جاری نہیں ہے ہنسنے جو دین و دنیا دونوں کا خسران مسلمان گورنٹوں کی نسبت منسوب کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ مذہب اسلام کے مطابق غلاموں کی تجارت اور بردہ فروشی جائز نہیں ہے ایک تو یہ گناہ ہے اور دوسرا گناہ عظیم یہ ہے کہ غیر قومین اسلام چٹھہ مارتی ہیں اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں کیونکہ وہ ان مسلمان گورنٹوں کے افعال سے یہ غلط نتیجہ نکالتی ہیں کہ مسلمان مذہب میں یہ باتیں جائز ہیں سلطان روم نے درباب بند کرنے تجارت غلاموں کے کوشش کی ہے اور جہاں تک کہ انکی عماری یورپ کے ملک سے میں ہے وہاں کسی تدرہ کوشش موثر نہیں ہوئی ہے مگر اس کے سوا کچھ اگر نہیں ہوئی کیا افسوس اور شرمندگی کی بات ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ

عرب میں گام بیل کی مانند نہایت بے رحمی سے لوٹری غلام بازار میں جکتے ہیں دیکھو غلام
 ادھام نہ بھی مین پڑنا اور بجا رسم کی تقلید کرنا انسان کو ایسا اندھا کر دیتا ہے کہ سلطان سے ایسی
 رسم قبیح کا جسکے ناجائز اور خلاف شرع ہونے پر علماء اور قضاۃ پایہ تخت نے فتویٰ ہی دیا ہے
 کچھہ انہ نظام نہیں ہو سکتا اور اس فعل ناشائستہ سے دنیا میں جو ذلت اور حقارت اور وحشی
 اور نصف وحشی کا لقب ہے وہ تو خود ہی ظاہر ہے پس مسلمان کو رہنمائیوں کو اس فعل کے سبب
 ہماری ملامت کرنا اور خسر الدنیا والآخرۃ کتنا کچھہ خلاف نہیں ہے۔

مگر مصر کا حال شکر ہمارا دل تھوڑا سا خوش ہوتا ہے ولیم پور ڈرسل صاحب جو نہایت نامی
 گرامی ہیں اپنے روزنامہ میں اسماعیل پاشا خدیو مصر کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں
 کہ اُس نے اس نیکی کے حاصل کرنے اور رسم بد کے موقوف کرنے میں بڑی کوشش کی ہے
 اور کس قدر کامیاب ہی ہوا ہے اگر یہ بات سچ ہے تو ہم بھی دل سے اسماعیل پاشا کی خیر مناتے
 ہیں اور دعا دیتے ہیں اور شکر کرتے ہیں مگر کہتے ہیں جو ٹھنڈے دل سے یہ دعا دی اُس کا سبب
 یہ ہے کہ ہم نے خود مصر میں دیکھا ہے کہ حبشی غلام خواہہ سر اسنائت کثرت سے ہیں اور خود اسماعیل
 پاشا کے محل میں موجود ہیں پس یہ کیا خدا کی دوہری لعنت یعنی ایک غلامی اور دوسرے خود کو کرنا
 مصر والوں کی سیاہ روئی اور پورے وحشی ہونے کے لیے کم ہے افسوس کہ ان ناخدا
 مسلمانوں نے اپنے افعال قبیحہ سے کیسے روشن مذہب اسلام کو بدنام کیا ہے اور دھبہ
 لگایا ہے سبحان اللہ بوجل منغوض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھا اُسی قسم کے لوگ یعنی خواہہ
 روضہ متبرکہ رسالت مآب علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اور خانہ کعبہ پر بتعین کیے گئے ہیں

اور یہ بیٹے کے بھوٹے مسلمان اسکو باعث انتخار جانتے ہیں اور اس کے مخالفان کو لاندہب یا کرسٹان بتاتے ہیں فاعلمہ دنیا اولی الا بصائر۔

اگرچہ مسطرسل صاحب کی کتاب متعلق غلامی مصرطہ کر ہمارا دل خوش ہوا مگر جس لفظ نے ہمارے دل کو نہایت رنجیدہ کیا اُسکا بیان کرنا بھی حکم نہ در ہے اور وہ یہ ہے کہ بہان اُنہوں نے اسمعیل پاشا کے اس نیک کام کی تعریف لکھی ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اُس نے بر خلاف اپنے مذہب و ایمان کے یہ نیک کام کیا ہے اس تحریر پر ہم کچھ مسطرسل صاحب سے ناراض نہیں ہوئے اُنہوں نے ٹیک لکھا ہے مگر اُن کا فرمسلمانوں سے ناراض ہوئے جنہوں نے اپنے افعال ناشائستہ کو ایسے طور پر رواج دیا ہے جسکے سبب غیر توہین اُن افعال کو مذہبی اور ایمانی افعال سمجھتی ہیں اور مذہب اسلام کو حقارت سے دیکھتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ مذہب اور انسانیت کیساتھ اسلام کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی پس جب یہ مضمون اسلئے اختیار کیا ہے تاکہ ہم دکھائیں کہ مذہب اسلام نے غلاموں اور غلامی کی نسبت کیا کیا ہے اور کس طرح حرام اور انسانیت اور مذہب کو اعلیٰ چیز تک پہنچایا ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم دوسرے رائل میں جو غلامی پر لکھینگے اُس میں مذہب اسلام کے مطابق مضمون غلامی پر بحث کریں گے اور اسلام کی روشنی (مگر نہ زید و عمر کو) دنیا کی انکھ میں دکھا دیں گے۔ من اور دوست میدارم و دیگران زید و عمر و را۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابطال غلامی

تبریة الاسلام عن شذیذ الامة والغلام

دیباچہ

خدا نے انسان کو ایک ایسی ہستی بنایا ہے جسکی فطرت میں آزاد ہی اور خود مختاری رکھی ہے اُسکو ذمی عقل اور ذی شعور پیدا کیا ہے ، اوسکو تمام قوی ، ظاہری و باطنی عطا کیے ہیں اُنکے استعمال کی اُسکو قدرت بخشی ہے ہر کام کے شروع کرنے کی سمجھ اور اُسکے انجام کی سوچ اُسکو دی ہے تاکہ ہر کام کا آغاز و انجام خود سوچے سمجھے اوسکو ایسی فطرت پر بنایا ہے کہ وہ خود اپنے لیے تمام چیزوں کے میا کرنے کا جتن ہے خود خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لیے بجز اُسکے جسکی وہ خود کوشش کرتا ہے کچھ نہیں لہذا انسان لاماسبی | نین ہے پس یہ تمام حالتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس پتلے کے صانع کی مرضی یہی تھی کہ یہ تپلا خود اپنا آپ ماکا ہے

غلامی اور تمام سپہنوں کی یابیوں کو کہ صانع کی مرضی کے برخلاف ہے اور ایسے
خدا کی مرضی کے مطابق نہیں ہو سکتی حقیقت میں غلامی سے زیادہ کوئی چیز فطرتی نیکی
کے (جو اصلی منبع تمام نیکیوں کا ہے) برعکس اور مخالف نہیں ہے، غلامی بے انتہا بدیوں
کی جڑ اور تمام بد اخلاقیوں کی مان اور کلیۃً اخلاق حمیدہ کی دشمن ہے کیا پاک پروردگار ایسی
ناپاک چیز کو انسان کے حق میں جائز کرتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ ان تمام صفات کو جو اُس نے
انسان میں پیدا کی ہیں غلامی کی حالت سے برادر کرنا پسند کرتا ہے؟ یہ تمام لطیف قوی جو خدا
نے انسان میں اسی لیے پیدا کیے ہیں کہ خدا کے لیے کام ہیں اور دوسروں کے
نقص میں جانے پر راضی ہوتا ہے؟ جب کہ خدا خود الہام کر چکا ہے کہ تمام مرد میرے غلام
کلکم عبيد للہ وکل ساء کم اماء للہ | ہیں اور تمام عورتیں میری لونڈیاں ہیں تو کیا
وہ اپنا شریک پیدا کر کر خوش رہتا۔

لاواللہ یا اللہ انت وحدک لا شریک لک

آزادی جو ہر ایک انسان کا قدرتی حق ہے غلامی ٹھیک ٹھیک اُس کو برادر کرنے والی
ہے، قدرتی حقوق کا برادر کرنا اصلی نظام اور ٹھیک نا انصافی ہے، پس انسان ایسی خطاؤں
کا خطاوار ہو سکتا ہے کیونکہ وہ ناقابلِ سہو و خطا نہیں ہے مگر خدا ایسے قصور کا تقصیر وار
نہیں ہو سکتا وہ تمام خطاؤں سے پاک اور تمام تقصیروں سے سبتر ہے۔

یہ سمجھنا کہ اگر غلام آرام و آسائش سے رکھے جاوے اور رحم و محبت سے پرورش کئی جائے
تو کوئی بُرائی نہیں ہے محض غلطی اور سہو و سہو کا ہے، غلامی فی نفسہ ایک قدرتی گناہ ہے

اور اونکو بدسلوکی سے رکھنا دوسرا گناہ ہے پس کوئی چیز قرتی گناہ سے زیادہ خوفناک نہیں ہے۔

غلامی تمام اخلاق انسانی کو خراب کرنے والی ہے غلاموں کے حالات اور اونکی عقل اور عادات انسانی حالت سے تنزل کر کر حیوانی حالت میں آجاتے ہیں اور جو لوگ غلام بناتے ہیں وہ جبراً اور نا انصافی سے انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے تنزل کی حالت میں ڈالتے ہیں، غلامی کی حالت میں انسان کے تمام قرتی قومی جنکو خدا نے وسیلہ ترقی بنایا ہے معطل و بیکار ہو جاتے ہیں اور اونکی حالت ہر طرح پر اونکی ترقی کی جسکی ترقی کرنا قدرت کے قانون بنانے والے کا مطلق کی مرضی ہے مانع ہوتی ہے۔

محنت و مشقت اٹھانے کی قوت جو خدا نے انسان میں اس مادہ سے پیدا کی ہے کہ انسان اپنی ترقی اور بھلائی کے لیے محنت کرے غلاموں میں بالکل معدوم ہوتی ہے کیونکہ اونکی کوئی محنت اٹھانے کے لیے نہیں ہے۔

محبت و الفت جو انسان کی زندگی کی جان ہے اور جس پر دین و دنیا دونوں کی بھلائی منحصر ہے غلامی کی حالت میں بالکل مردہ ہو جاتی ہے جو محبت اور انس و محبت ازدواج سے پیدا ہوتا ہے وہ غلاموں کو حاصل نہیں ہوتا اُنکا ازدواج وحشی جانوروں کے ازدواج سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اولاد کی محبت اور اونکی پرورش کا جوش جتنا کہ جانوروں میں ہے غلاموں میں اتنا ہی نہیں ہوتا غلاموں میں ولولہ ہمدردی کا کسی سے بیان تک کہ اپنی اولاد سے بھی مطلق نہیں ہوتا بیوفا ہونا اور کسی ایک شہو صفت ہو جاتی ہے۔

مالکیت کی جو ایک قدرتی خوشی ہے وہ غلاموں میں بالکل معدوم ہوتی ہے کیونکہ وہ کسی چیز کے سیانک کہ خود اپنے آپ کے ہی مالک نہیں ہوتے اور یہ حالت ادنیٰ سے ادنیٰ جاندار سے بھی جسکو خدا نے پیدا کیا ہے نہایت کمینہ اور بے رحالت ہے۔

چونکہ غلام بجز روٹی کمانے اور کپڑا پہنے کے اور کوئی حق دنیا میں اپنے لیے نہیں رکھتا اس لیے وہ ان تمام حقوق سے جو خدا نے ایک انسان کے دوسرے پر پیدا کیے ہیں ناواقف رہتے ہیں اور اس لیے کچھ اونکی قدر نہیں جانتے اور گناہ اور دوسروں کی حق تلفی اور طرح طرح کے جرائم دینی و دنیوی کے مجمع بن جاتے ہیں اور اپنے نفس کو کسی طرح مضبوط میں نہیں رکھ سکتے۔

نہایت سچ کہا ہے جس نے کہا کہ غلام زمانہ موجود کی مخلوق ہے کیونکہ اوسکی حالت قابل ترقی کے نہیں ہے زمانہ آئندہ میں بہ نسبت زمانہ موجود کے کوئی بہتری اوسکے لیے نہیں ہے زمانہ آئندہ اوسکے لیے حقیقت تکرار زمانہ گذشتہ کی ہے اونکو قوائے انسانی میں سے بجز بہوک اور غصہ کے اور کچھ نصیب نہیں پیش بینی اور پیش بندی میں حیوان مطلق سے کچھ بھی زیادہ نہیں۔

جو قوت کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی خواہشوں کو اعتدال میں رکھنے کے لیے بخشی ہے وہ غلامی کی حالت سے زایل ہو جاتی ہے اور اس لیے غلام نہایت کمینہ خواہشوں اور خوشیوں کے بالکلیہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور نفس امارہ کے روکنے کی باگ اون کے قابو میں نہیں رہتی۔

نہایت سچا قول ہے کہ غلامی کی حالت غلاموں کے خیالات اور اخلاق کو خراب اور
 ابتر کر دیتی ہے وہ اپنی پیدائش سے ظلم و بے انصافی کے مظلوم رہتے ہیں اور اس لیے
 انصاف اور انسانیت کے حقوق کو بہت کم جانتے ہیں، ان کا مدرسہ بے ایمانی اور فساد،
 ان کے تمام حقوق ضائع ہو جاتی ہیں اور اس لیے دوسروں کے استحقاق کو توڑنا اور ضائع کرنا گویا
 ان کی جبلت ہو جاتی ہے اور اسی سبب سے چوری جھوٹ بولنا ان کا روزمرہ کام ہوتا ہے اور
 ان کی بُرائی اور گنہگاری ان کو سمجھانا اس کاں سے خارج ہوتا ہے پس ان کی حالت ایسی ہو جا
 ہے کہ گویا ان کے تمام قوی عقلی اور اخلاقی سب ضائع ہو گئے ہیں۔

غلاموں کی حالت کی خرابی ان کی جسمانی حالت کی خرابی سے کچھ زیادہ تعلق نہیں کرتی
 بلکہ وہ خرابی زیادہ تر روح سے علاقہ رکھتی ہے انسان کی روح جتنا تک کہ خراب ہو سکتی
 ہے غلامی اور اسکے خراب اور برباد کرنے کو کافی ہے، غلام کو اس بات کا مطلق خیال
 نہیں آتا کہ میں کیا ہوں اور مجھے کیا ہونا چاہیے مجھ میں کیا ایسا قوتیں ہیں اور ان کو کس طرح
 اور کس درجہ تک ترقی دینا چاہیے۔

غلامی صرف غلاموں ہی کے اخلاق کو خراب نہیں کرتی بلکہ ان کے آقاؤں کے
 اور جو لوگ غلام کرنے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے اخلاق کو بھی وحشی و درندوں کی مانند
 کر دیتی ہے آہ اُس بے رحم سنگدل پر جو بچوں کو ان کی ماؤں کی آغوشِ محبت سے جدا کرتا
 ہے اور ایک بچے کو خریدار کے ہاتھ بیچتا ہے اور بچوں کے ماں باپ کی اصلاح اور نصیحت
 آنے والی بے قراری اور ان مضموم بچوں کی سیکسی پر غور کرنا چاہیے، ماں باپ بہانی نہیں

مالکیت کی جو ایک قدرتی خوشی ہے وہ غلاموں میں بالکل معدوم ہوتی ہے کیونکہ وہ کسی چیز کے یسائیک کہ خود اپنے آپ کے ہی مالک نہیں ہوتے اور یہ حالت ادنیٰ سے ادنیٰ جاندار سے بھی جسکو خدا نے پیدا کیا ہے نہایت کمینہ اور برتر حالت ہے۔

چونکہ غلام بجز روٹی کمانے اور کپڑا پہنے کے اور کوئی حق دنیا میں اپنے لیے نہیں رکھتا اس لیے وہ ان تمام حقوق سے جو خدا نے ایک انسان کے دوسرے پر پیدا کیے ہیں ناواقف رہتے ہیں اور اس لیے کچھ اونکی قدر نہیں جانتے اور گناہ اور دوسروں کی حق تلفی اور طرح طرح کے جرائم دینی و دنیوی کے مجمع بن جاتے ہیں اور اپنے نفس کو کسی طرح مضبوط میں نہیں رکھ سکتے۔

نہایت سچ کہا ہے جس نے کہا کہ غلام زمانہ موجود کی مخلوق ہے کیونکہ اسکی حالت قابل ترقی کے نہیں ہے زمانہ آئندہ میں بہ نسبت زمانہ موجود کے کوئی بہتری اس کے لیے نہیں ہے زمانہ آئندہ اس کے لیے حقیقت تکرار زمانہ گذشتہ کی ہے اور کمقوائے انسانی میں سے بجز بہوک اور غصہ کے اور کچھ نصیب نہیں پیش بینی اور پیش بندی میں حیوان مطلق سے کچھ بھی زیادہ نہیں۔

جو قوت کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی خواہشوں کو اعتدال میں رکھنے کے لیے بخشی ہے وہ غلامی کی حالت سے زایل ہو جاتی ہے اور اس لیے غلام نہایت کمینہ خواہشوں اور خوشیوں کے بالکل مغلوب ہو جاتے ہیں اور نفس امارہ کے روکنے کی باگ اون کے قابو میں نہیں رہتی۔

نہایت سچا قول ہے کہ غلامی کی حالت غلاموں کے خیالات اور اخلاق کو خراب اور
 ابتر کر دیتی ہے وہ اپنی پیدائش سے ظلم و بے انصافی کے مظلوم رہتے ہیں اور اس لیے
 انصاف اور انسانیت کے حقوق کو بہت کم جانتے ہیں، ان کا مدرسہ بے ایمانی اور فساد،
 ان کے تمام حقوق ضائع ہو جاتی ہیں اور اس لیے دوسروں کے استحقاق کو توڑنا اور ضائع کرنا گویا
 ان کی جبلت ہو جاتی ہے اور اسی سبب سے چوری جھوٹ بولنا اُن کا روزمرہ کام ہوتا ہے اور
 اُن کی بُرائی اور گنہگاری ان کو سمجھانا اسکان سے خارج ہوتا ہے پس ان کی حالت ایسی ہو جاتی
 ہے کہ گویا ان کے تمام قومی عقلی اور اخلاقی سب ضائع ہو گئے ہیں۔

غلاموں کی حالت کی خرابی ان کی جسمانی حالت کی خرابی سے کچھ زیادہ تعلق نہیں کہتی
 بلکہ وہ خرابی زیادہ تر روح سے علاقہ رکھتی ہے انسان کی روح جتنا تک کہ خراب ہو سکتی
 ہے غلامی اور اسکے خراب اور برباد کرنے کو کافی ہے، غلام کو اس بات کا مطلق خیال
 نہیں آتا کہ میں کیا ہوں اور مجھے کیا ہونا چاہیے مجھے مین کیا کیا تو تین مین اور ان کو کس طرح
 اور کس درجہ تک ترقی دینا چاہیے۔

غلامی صرف غلاموں ہی کے اخلاق کو خراب نہیں کرتی بلکہ ان کے آقاؤں کے
 اور جو لوگ غلام کرنے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے اخلاق کو بھی وحشی درندوں کی مانند
 کر دیتی ہے آہ اُس بے رحم سنگدل پر جو بچوں کو ان کی ماؤں کی آغوشِ محبت سے جدا کرتا
 ہے اور ایک بچے کو خریدار کے ہاتھ بیچتا ہے اور بچوں کے مان باپ کی لاعلاج اور بے
 آنے والی بے قراری اور ان معصوم بچوں کی بیکسی پر غور کرنا چاہیے، مان باپ بہانی بہن

کی صورتیں اونکی آنکھوں میں بہرتی ہیں پردہ کمانی نہیں دیتیں مان کی چپاتی سے چٹنے کا شعلہ اوس معصوم سینہ میں بھڑکتا ہے پڑھنا نہیں ہوتا آنکھوں پر پس چلتا ہے سو روتا ہے مگر وہ بہرِ رحم سنگدل آقا رونے ہی نہیں دیتا رحم کی امید پر ہر ایک کا منہ تلکتا ہے اور سیلی جفا کہا کر آنکھیں نیچی کر لیتا ہے پس یہ تمام حالتیں وحشی و رند سے جانوروں سے کچھ کم نہیں ہیں۔

دشمنوں کے یا کافروں کے ساتھ لڑائی کی قیدی عورتوں اور بچوں اور مردوں کا غلام بنانا ان بدیوں میں سے کسی بدی کو کم نہیں کرتا لڑنا یا کافروں کا فرہونا اوس قدرتی حق یعنی لڑائی کو زایل نہیں کر سکتا اور نہ اون بڑائیوں کو کم کر سکتا ہے جو غلامی سے پیدا ہو سکتی ہیں فرض کرو کہ لڑنے والے قصور دار ہوں مگر عورتوں کا کیا قصور ہے شاید اونکا یہ تصور ہو کہ وہ کافر ہیں مگر معصوم بچوں کا کیا قصور ہے؟

جو امور کہ لونڈیوں اور قیدی عورتوں اور بے گناہ اہل عصمت کے ساتھ جائز سمجھے جاتے ہیں کیا وہ حقیقت میں نیک ہو سکتے ہیں؟ کیا وہ باتیں حرکات بہائم سے کچھ زیادہ متمیز کہتی ہیں؟ کیا وہ کسی مذہب کے سچے ہونے اور خدا کے دیئے ہونے پر دلیل ہو سکتی ہیں؟ وہ دنیا کی آنکھ میں اوس مذہب اور اہل مذہب کی نیکی بیٹھا سکتی ہیں؟ حاشا وکلا بلکہ ایک لمحہ کے لیے ہی یہ بات نہیں مانی جاسکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اوترا ہو اوس میں ایسے امور جائز ہوں پس نہایت افسوس ہے کہ ان باتوں کو سوچنا سمجھنا جاوے۔

یہودی مذہب نے غلامی کے قانون کو جائز سمجھا اور عیسیٰ مسیح نے اوکلی نسبت
کچھ نہیں کہا مگر محمد رسول اللہ صلم نے جو کچھ اوکلی نسبت کہا اوکو کسی نے نہیں سمجھا۔
خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان پر بعض قدرتی احسان بیان کرنے میں یوں فرمایا

الْمَجْعَلُ لَهُ عَيْنٍ وَّلِسَانًا وَشَفْتَيْنِ و
هَدَيْنَاهُ الْبُجْدَ فَنَلَامُ قَتْعَهُ الْعُقْبَةَ
وَمَا اَحْرَاكَ مَا الْعُقْبَةُ فَاتَّ رَقَبَةً
کہ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں اور
ایک زبان اور دو ہونٹ اور کیا ہمیں
بتا دیئے ہم نے اس کو دو گمائیوں کے رستے

بہر وہ نہیں پہچانے جاتا گمائی کو تو جانتا ہے کہ وہ کیا گمائی ہے وہ غلام کا آزاد کرنا ہے۔
پیغمبر صاحب نے کہا کہ فرمادیا کہ اللہ صاحب نے زمین کے پردہ پر کوئی چیز غلام زاد
ما خلق اللہ شیئاً علی وجہ الارض
اُحِبَّ اِلَیْهِ مِنَ الْعَقَاتِ۔
کرنے سے زیادہ پیاری پیدا نہیں کی۔
اُحِبَّ اِلَیْهِ مِنَ الْعَقَاتِ۔

لڑائی کے قیدیوں کی نسبت خدا نے صاف فرمادیا کہ لڑائی کے بعد احسان کر کر
فَاَمَّا مِنْ بَعْدِ وَاَمَّا فِدَاءٌ
یا فدیہ لیکر اوکو چھوڑ دو طالیف کی لڑائی میں
پیغمبر خدا صلم نے منادی کرادی کہ جتنے غلام ہمارے پاس چلے آئیں وہ سب آزاد ہیں
مگر بائیں ہمہ مسلمانوں کی یہ بدبختی تھی کہ ان کے عالموں نے اپنی قدیم رسم کی غفلت میں
اس پر خیال نہیں کیا اور نہ لڑائی کے قیدیوں کا لوٹدہی و غلام بنانا جائز سمجھا مگر ہم صحت
خدا اور خدا کے رسول کے حکم کی اطاعت کریں گے اور کسی مولوی ملاجمتہ فقیہ کی تقلید سے
غلامی میں نہ پڑیں گے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس مسئلہ کی خوب تحقیق کریں گے واللہ ولی التوفیق

باب اول

اس بات کے بیان میں کہ قبل اسلام کے بھی کفار و مشرکین عرب میں غلامی کا عام رواج تھا اور متعدد طرح سے لونڈی اور غلام بنائے جاتے تھے

عرب میں قبل اسلام غلامی کا عام رواج تھا اور جب قدر احکام متعلق غلاموں کے اس وقت ہمارے ہاں کی کتب فقہ میں مندرج ہیں وہ سب زمانہ جاہلیت میں ہی جاری تھے وہ بیع ہی ہوتے تھے ورنہ میں بھی آتے تھے آزاد بھی کیے جاتے تھے مکاتب و مدبر بھی ہوتے تھے لونڈیان مثل جو روڈن کے کام میں آتی تھیں غرض کہ جو کچھ اب جائز سمجھا جاتا ہے وہ سب زمانہ جاہلیت میں ہی ہوتا تھا۔

غلاموں کے تمام رسم و رواج کا جو زمانہ جاہلیت میں تھیں اس جگہ بیان کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے مگر ہم اس قدر بیان کریں گے کہ زمانہ جاہلیت میں کس کس صورت سے انسان لونڈی و غلام بنائے جاتے تھے چنانچہ او کی تفصیل ہے۔

اول۔ وہ لوگ جو اپنے تئیں آپ بیچ ڈالتے تھے۔ یہ رسم غالباً یہودیوں سے جو عرب میں رہتے تھے جاری ہوئی تھی۔ یہودی اس طرح غلامی کو جائز سمجھتے تھے صرف اس اتفاق

تھا کہ اپنے ہم قوم کی حقارت اور قوم کے غلاموں کی سی نہ کرتے تھے اور ایک خاص تیوہن جو یوہا کی کا سال کہلاتا تھا اس قسم کے غلام آزاد ہو جاتے تھے۔

توریت مقدس سفر لویان باب بست و پنجم آیت ۳۹ لغایت ۴۳ میں یہ لکھا ہے۔ اگر برادرت نزد تو فقیر شدہ تو فروختہ شود بندگان را با و ملگزار۔ با تو مثل مزدور یا چون چمن باشد و ترا تا سال یوہا خدمت نماید انگاہ از نزد تو بیرون رود و اولادش ہمراہش تا بقیلہ خود برگردد و ہم ہیکل آبائی خود رجعت نماید۔ زیر کہ بندگان منند و ایشان را از زمین مصر بیرون آورد مثل فروش بندگان فروختہ نشود۔ باو سے بچھا حکم فرما و از خدا سے خود ترس۔

دوم۔ وہ صغیر السن لڑکے و لڑکیاں جو ان کے مان باپ سے خرید لی جاتی تھیں۔ یہ طریقہ بھی غالباً یوہا کیوں سے جاری ہوا تھا۔

توریت مقدس سفر لویان باب بست و پنجم آیت ۴۴ لغایت ۴۶ میں لکھا ہے۔ بندگان و کنیزگان نے کہ ازان تو انداز طوایفی کہ در اطاعت شمایند از ایشان بندگان و کنیزگان را بخیر و ہم از پسران مسافران غریبی کہ باشند از ایشان و ہم از قبیلہ اسرائیل ایشان کہ باشند بودہ در زمین شما تولید یافتہ اند بخیر و تا بر اسے شما ملوک باشند و ایشان را بر اسے پسران شما بعد از شما ملوک سازند تا آنکہ موروثی باشند و ایشان را ابدانہ سازید ما برداران شما پسران اسرائیل یا یکدیگر بچھا حکم فرمائی نمایند۔

سوم۔ وہ صغیر السن لڑکے و لڑکیاں جو کسی ملک سے بھاگ کر یا چڑھ کر آتے تھے۔

چہارم۔ وہ جنگو بزرگ دستی ڈاکہ زنی یا رہزنی کے طور سے پکڑ لاتے تھے۔
 پنجم۔ دشمن کے ملک کا وہ آدمی جو لڑائی کے زمانہ میں بلا امان خفیہ چلاتا تھا
 اور گرفتار ہو جاتا تھا۔

ششم۔ وہ مرد و عورت و بچے جو لڑائی میں قید ہوتے تھے ایسی عورتوں کے
 ساتھ مشرکین عرب بھجوانگے گرفتار کرنے کے مباشرت کو جائز اور درست سمجھتے تھے چنانچہ
 اس وحشیانہ اور ناپاک حرکت کو فرزدق شاعر نے زمانہ جاہلیت کا اس طرح پر خسیہ بیان
 کیا ہے۔

حلال لمن یبینه بھالہ تطلق

وذات حلیل انکلتھا رماحنا

بلاشبہ ان تمام وحشیانہ رسموں کو ٹھنکر جو قبل اسلام نسبت غلامی کے عربین جاری
 تھیں انسان کے دل پر نہایت سخت اثر ہوتا ہے اور اس بات کی تلاش پر رغبت کرتا ہے
 کہ کوئی ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جس میں ایسی بے حیوں کے معدوم کرنے پر کوشش کی گئی
 ہو اور انسانیت نے اپنے درجہ کمال پر فطور کیا ہو پس اب ہم اسی زمانہ کی تلاش پر
 متوجہ ہوتے ہیں۔

باب دوم

اس بات کے بیان میں کہ لونڈیوں اور غلاموں کی نسبت اور غلامی کی رسم
 کی نسبت جو زمانہ جاہلیت میں تھی اسلام نے کیا کیا
 اسلام کے شروع ہوتے ہی زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں موقوف نہیں ہو گئی تھیں

بلکہ زمانہ اسلام میں ہی زمانہ جاہلیت کی بہت سی رسموں پر جب تک کہ ان کے برخلاف کوئی حکم نہیں آیا عمل درآمد رہا مثلاً متعہ کی رسم، شراب خواری، احرام کی حالت میں گھروں کے دروازوں سے گھروں میں نہانا، بڑھنہ ہو کر بطواف خانہ کعبہ کرنا، دو بہنوں سے ایک ساتھ شادی کرنا، باپ کی جو رو کو اپنی جو رو بنا لینا، متبہنی کی جو رو کو بے طلاق ہی محرمات میں سے جاننا، یہ تمام جاہلیت کی رسمیں ایسی تھیں کہ زمانہ اسلام میں بھی جب تک امتناع نہیں آیا ان پر عمل ہوتا رہا اسی طرح غلامی کی رسم پر بھی جب تک آیت حریت نازل نہیں ہوئی کچھ توڑا سا عرصہ درآمد ہوا مگر اس کے بعد ہرگز نہیں ہوا اور اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ رسم اسلام ہی ایسا کامل دین ہے جس نے غلامی کو دنیا سے معدوم کرنا چاہا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ قبل نزول آیت حریت جو غلام موجود تھے ان کو اسلام نے دفعتاً آزاد نہیں کیا اور نہ ان کے ان تعلقات کو توڑا جو بموجب رسم زمانہ جاہلیت ان میں تھے بلکہ آئندہ کی غلامی کو معدوم کیا اور موجودہ غلاموں کے لیے بہت سی تدبیریں ان کے رفتہ رفتہ آزاد ہو جانے کی کیں، جو لوگ اصول انتظام دین سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کسی ملک کے اور خصوصاً عرب کیسے ملک کے حبشیوں، یونڈیوں اور غلاموں کے تعلقات ان کے آقاؤں سے ایک عجیب ہی قسم کے دنیاوی بیچ و بیچ تھے تمام لونڈیوں اور غلاموں کا دفعتاً آزاد کر دینا کیسا مشکل اور کتنے مختلف قسم کی خرابیوں اور وقتوں بلکہ انواع اقسام کے گناہوں کا مورث ہوتا اس لیے دفعتاً ان کا آزاد کرنا غیر ممکن عادی تھا پس اسلام نے عین رحمت اور حکمت کی جو ان کو دفعتاً آزاد نہیں کیا بلکہ ان کے رفتہ رفتہ

آزاد ہونے کی اور آئندہ کی مسدودی کی تدبیر کی۔

بارہ سو برس بعد اس واقعہ کے بڑے بڑے مدبروں نے جو غلامی کے معدوم ہونے میں کوششیں کیں وہ بھی اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکے کہ آئندہ کی غلامی کو بند کیا اور جو غلاموں کے رفتہ رفتہ آزاد ہونے کی تدبیر کی البتہ اوہ کی تدبیر میں اور بانی اسلام کی تدبیر میں اضافہ تھا کہ اوہ کی تدبیر میں زیادہ تر مادی چیزوں سے علاقہ رکھتی تھیں اور بانی اسلام کی تدبیر میں زیادہ تر روحانی چیزوں سے متعلق تھیں۔

اوسنے غلاموں کے مالکوں کو وحی کی رو سے بھایا کہ ”غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ کوئی پیاری چیز اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔“

اوسنے بعض گناہوں کے کفارہ میں بردہ آزاد کرنے کا حکم دیا۔

صاف یہ حکم دیا کہ اگر غلام لہا کر اپنی قیمت ادا کر دینی چاہیں تو اقرا نام لیکر اوہ کو چار رو۔ ایسے غلاموں کو جس کے مالکوں نے قیمت لیکر آزاد کرنے کا وعدہ کیا ہے خیرات وغیرہ اور چندہ دینے پر رغبت دلائی۔

بیت المال میں سے مکاتب غلاموں کی آزادی کے لیے روپیہ دینا تجویز کیا۔

بعض مالکین ایسی مقرر کیں کہ اوسین لونڈیاں از خود بآزاد کیے آزاد ہو جاویں۔

ایسے معاہدہ یا اقرار کو جس میں ذرا سا بھی اشتباہ معاہدہ یا اقرار آزادی کا ہو نیز لمعاہدہ یا اقرار

کامل آزادی کے قرار دیا۔

موجودہ غلاموں کی ترقی حالت کے لیے بھی نہایت سنجیدہ احکام صادر فرمائے غلاموں

کے مالکوں کو مناسب سے زیادہ خدمت لینے سے منع کیا۔ یہ حکم دیا کہ وہ لونڈی غلام کو مکر نہ پکارے جاوین۔ اوکو مثل اپنے کھلایا پہنایا جاوے۔ اونکو اونکے رشتہ داروں سے جدا نہ کیا جاوے۔ یہ احکام ایسے سنجیدہ اور نرم کے بہرے ہوئے تھے جن سے غلاموں کی حالت کو بہت ترقی ہوئی تھی بلکہ وہ غلامی کی حالت سے بھائی بندی کی حالت پر پہنچ گئے تھے۔ پس کوئی تدبیر اور کوئی حکم اور کوئی انسان کا بھلائی چاہنے والا اونکے ساتھ اس سے زیادہ نہیں کر سکتا تھا جو کہ اسلام نے اُنکے ساتھ کیا۔

مگر قرآن مجید میں جو متعدد جگہ لونڈیوں و غلاموں کا ذکر آیا ہے اور جنسی جگہ اون کی نسبت کچھ احکام بھی بیان ہوئے ہیں اوس سے لوگ متعجب ہو گئے کہ اگر غلامی معدوم ہو گئی تھی تو وہ احکام قرآن مجید میں کیوں آئے تھے۔

اسی چیز نے بڑے بڑے عالموں کو دھوکہ دیا ہے اور غلطی میں ڈال دیا ہے مگر سچ لکھنا چاہیے کہ وہ تمام احکام اون میں موجودہ لونڈیوں و غلاموں کی نسبت ہیں جو بموجب رسم جاہلیت اور قبل نزول آیت حریت کے غلام ہو چکے تھے اور جنکو اسلام نے بھی آزاد نہیں کیا تھا چنانچہ اون تمام آیتوں میں جن میں لونڈی و غلام کا ذکر ہے ایک ہی ایسا لفظ نہیں ہے جو آئندہ کی غلامی پر جھکوا ہم بلطف رقیّت مستقبلہ تعبیر کرینگے دلالت کرتا ہو۔

اس مقام پر ہم اپنا اس بیان کے اثبات کے لیے قرآن مجید کی اون تمام آیات کو نقل کرتے ہیں جن میں کوئی ایسا لفظ آیا ہے جو غلامی پر دلالت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اپنے اس دعوے کی تصدیق ظاہر کرتے ہیں کہ ان میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو قریب مستقبلہ

دلالت کرتا ہو۔

لفظ مملکت

یہ لفظ قرآن مجید کی پندرہ آیتوں میں آیا ہے اول تو یہ لفظ خود ہی صیغہ ماضی کا ہے جو ملکیت مستقبلہ پر دلالت نہیں کرتا اور قطع نظر اسکے اون آیتوں کے معانی بھی کسی طرح قیت مستقبلہ پر اشارہ نہیں کرتے۔

آیت اول۔ سورہ نسا میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اگر متعدد وجود میں کرنے میں فان خفتکم لا تعدوا فواحدة او مملکت تکموا سبابت کا ذکر ہو کہ برابر نہ رکھ سکو گے ایما لکم۔ ۴۔ ۳۔ تو ایک ہی عورت یا اس سے جکے مالک

تمہارے ہاتھ ہو چکے ہیں نکاح کرو۔“

آیت دوم۔ اسی سورہ میں اللہ صاحب نے دوسری جگہ فرمایا کہ ”تم پر وہ رشتہ دار والمحصنات من النساء لامام مملکت عورتیں جن کا بیان ہوا اور آزاد عورتیں حرام ایما لکم کتاب اللہ علیکم و احل لکم ما و امرء ذالکھ ان تبغوا باموالکم محصنین غیریہ مسا فحین۔

کے (یعنی مہر کے) بدلے نکاح کرنا چاہو یا کہ امنی رکھنے کو نہ مستی نکالنے کو۔“

اس آیت میں جو لفظ محصنات کا ہے اسکے معنی اکثر مفسرون نے شوہر والی عورتیں

لیے ہیں اور مملکت ایمانکم کے لفظ سے یہ مراد لی ہے کہ وہ عورتیں لڑائی میں قید ہو جائی
 ہوں اور اونکے کافر شوہر ذرا الکفر ہیں ہوں اور اس گٹھری ہوئی تقریر سے یہ نتیجہ
 نکالتے ہیں کہ لڑائی میں جو عورتیں شوہر والی یا بے شوہر والی بکڑی جاوین وہ لونڈیاں
 ہیں اور ان سے بہائم کی مانند مباشرت کرنی درست ہے چنانچہ نفسیہ کشاف میں لکھا ہے
 والمحصات - وهن ذوات الانس والجن
 لاھن لخصن روحھن بالتزویج
 فھن محصات ومحصات - لا مملکت
 ایما نکم - یرید ما مملکت ایما نکم
 اللاتی سبین ولھن انس واجنی
 دار الکفر فھن حلال لغزاة المسلمین
 وان کن محصات -

کہ محصات شوہر والی عورتیں ہیں اس لیے
 کہ انہوں نے بیاہ کر کر اپنی خیر نگاہ کو محفوظ
 کر لیا ہے پس وہ محفوظ کرنے والی اور
 محفوظ نگاہ کی گئی ہیں اور ہاتھوں کے مالک
 ہو چکنے سے یہ مراد ہے کہ وہ عورتیں لڑائی
 میں بندی ہو کر اونکے ہاتھ آئی ہوں پس
 وہ عورتیں مسلمان غازیوں کے لیے حلال

ہیں اور اگرچہ وہ شوہر والی ہوں لغو ذبالہ -

مگر جس شخص کو خدا نے ضلالت تقلید سے بچایا ہو گا اور خدا کے حکام کو اس وقت جس کا
 وہ مستحق ہے دیکھے گا تو یقین کرے گا کہ اس آیت کی یہ مراد نہیں ہے نہ اسمیں لڑائی کے
 قیدیوں کا کچھ ذکر ہے اور نہ ان لفظوں کے یہ معنی ہیں -

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں احصان کا لفظ چار معنوں میں آیا ہے - اول معنی
 جریت یعنی آزادی جیسے کہ خدا تعالیٰ نے سورہ نور میں فرمایا ہے کہ جو لوگ بدکاری کی

والذین یرمون المحصنات ثم یرکبوا
بأسرعة شہداء فأجلدوہم ثمانین
جلدۃ۔

محصنات یعنی آزاد عورتوں پر لگاؤین اور
پہ چار گواہ نہ لاسکین تو انکو انسی درے
مارو اور اسی طرح سورہ نسا میں فرمایا کہ پہر

جب وہ یعنی لونڈیاں شوہر دار ہو جاویں اور پہر بدکاری کریں تو اونپر بہ نسبت محصنات یعنی
فاذا احصن فان اتین بفأحشۃ
فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب
یعنی المحارۃ۔

تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ جو کوئی تم میں سے محصنات یعنی آزاد عورتوں سے نکاح کرنے
و من لم یستطع منکم طولا ان ینکح
المحصنات - یعنی المحارۃ

دوم۔ بمعنی پاکدامنی جیسے کہ خدا تعالیٰ نے اسی سورہ میں فرمایا ہے کہ محصنین یعنی
محصنین غیر مسافحین - اور
محصنات غیر مسافحات۔

پاکدامنی رکھنے والیاں نہ مستی نہ کرنے والیاں - اور اسی طرح سورہ انبیاء میں حضرت
مریم کی نسبت فرمایا والتی احصنت فرجھا۔ اے اعفہ بہ اور جسے پاکدامنی سے
رکھا اپنی شرمگاہ کو۔ احصنت کا لفظ جو اس آیت میں ہے اس کے معنی تفسیر کبیر میں عفت

یعنی پاکدامنی کے لکھ ہین۔

سوم۔ بمعنی اسلام۔ ہم ابھی سورہ نسا کی ایک آیت لکھ چکے ہیں جس میں لفظ احسن کا ہے تفسیر کبیر میں اس کے معنی لکھ ہیں ”احسن“ اسے اسلمن۔ یعنی جب لونڈیاں مسلمان ہو جاویں اور پر بدکاری کریں تو اون پر بہ نسبت آزاد عورتوں کے آدھا عذاب ہے۔

علما و خفیہ اور دیگر علما کو جو اس جگہ احسن کے معنی اسلمن کے لینے پڑے اسکا یہ سبب ہے کہ اگر یہ معنی نہ لین تو اونکا ایک دوسرا مسئلہ رجم محصنات کا بڑا پیر سے مل کر گر پڑتا ہے اس لیے اونہوں نے احسن کے اسلمن معنی بنائے مگر ہم ان معنوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

چہام۔ بمعنی شوہر دار۔ پس جو لوگ کہ والمحصنات من النساء سے شوہر دار عورتیں مراد لیتے ہیں اونکے پاس اوکی کیا سند ہی اسلئے کہ لفظ متعدد المعنی سے ایک معین معنی ایک مسئلہ عظیمہ کے اخذ کرنے کو مقرر کرنے کے لیے کوئی دلیل عقلی یا نقلی چاہیئے سو یہاں بجز اپنے قیاس سے ایک بات کہہ دینے کے نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔

خود اس آیت نہایت ہے کہ یہاں محصنات سے آزاد عورتیں مراد ہیں کیونکہ یہی لفظ لکھی جگہ اس مقام پر پایا ہے اور سب جگہ آزاد عورتیں ہی اس سے مراد لی گئی ہیں۔

تفسیر کبیر میں بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے اور قبول کیا ہے کہ جب طرح اور جگہ اس لفظ کے معنی آزاد عورتوں کے ہیں اسی طرح اس جگہ بھی اس لفظ کے معنی آزاد عورتوں کے ہیں
ان المراد هن بالمحصنات الحرار | چنانچہ اوہیں لکھا ہے کہ اس جگہ محصنات

والدلیل علیہ قولہ تعالیٰ بعد هذه الآية
ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح
المحصنات المومنات فمن ما ملكت
ایمانکم ذکر ہننا المحصنات ثم قال بعدہ
ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح
المحصنات کان المراء بالمحصنات چھنا
ما هو المراء هناك ثم المراء من المحصنات
هناك الحماير فكذا اھننا۔

آزاد عورتیں مراد ہیں اور خود خدا تعالیٰ نے
جو اس آیت کے بعد فرمایا ہے اوسکی دلیل
ہے اور وہ فرمایا یہ ہے کہ جو کوئی تم میں
سے بخوبی مقدور نہ کہتا ہو کہ محصنات
یعنی مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح کرے
تو ان سے کر لے جو تمہارے ہاتھوں
کی ملک ہو چکی ہیں خدا تعالیٰ نے پہلی دفعہ
محصنات کا لفظ فرمایا پھر دوسری دفعہ

بھی وہی لفظ محصنات کا فرمایا تو جو مراد محصنات کے لفظ سے اس جگہ ہوگی وہی اوس
جگہ ہوگی پھر اس جگہ تو محصنات سے آزاد عورتیں مراد ہیں پھر اوس جگہ بھی وہی مراد ہیں
اور الا ما ملکت ایمانکم جو اس آیت میں آیا اوس سے نوٹ دیوں ہی کے معنی لینے
ضروری نہیں ہیں اسلئے کہ نکاح کے سبب جو ملکیت ہو جاتی ہے اوپر بھی ما ملکت ایمانکم
کا اطلاق ہوتا ہے اور جو عدوا زوج کے خدا نے ہمارے لیے جائز کر دیے ہیں اوپر
بھی ملکیت کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں جو لفظ فقہوں
الاما ملکت ایمانکم اور جان الاما ملکت ایمانکم آیا ہے اوسکے معنی یہ ہیں۔ پہلے یہ
الاول المراد منه العدد الذي جعله
الله ملكا لكم وهو الاربع فصا

کہ اوس سے مراد وہ تعداد ہے جو اللہ نے
ہماری ملک کر دی ہے یعنی چار آزاد عورتوں تک

التقدير حرمت علیکم الحرایر الا العدا
الذی جعله الله ملكا لکم وهو لا یراجع
والثانی الحرایر محرمات علیکم لاما اثبت الله
لکم ملکاً علیہن وخ لک عند حضور
الولی والشهود وسائر الشرايط المعتمدة
فی الشریعة فهذا الدال فی تفسیر قوله الا
ما ملک ایسا لکم وهو المختار ویدل علیہ
قوله تعالى والذین هم لفر وجهم حافظون
الا علی ان وجهم او ما ملک ایسا لکم
جعل الله ملک الیمین عبادة عن ثبوت
الملک فیها فوجب ان یکون ههنا مفسر
بذلک لان تفسیر کلام الله بکلام الله
اقرب الطرق الی الصدق والصواب

تو اُبت آیت کے معنی یہ ہوئے کہ تم پر آزاد
عورتیں حرام ہوئیں مگر اتنی جتنی کہ خدانے
تمہاری ملک کر دی ہیں یعنی چار دوسر
یہ کہ آزاد عورتیں تم پر حرام ہیں مگر وہ جنہیں
اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت مقرر کر دی
ہے اور یہ ملکیت جب ہوتی ہے جب
ولی موجود ہو اور گواہ حاضر ہوں اور تمام ظہرین
جو شریعت میں نکاح کے لیے مقرر ہیں وہ
سب پوری ہوں پس یہی ٹیک تفسیر ہے
خدا کے کلام الا ملک ایسا لکم کی اور اسکو
ناموں نے اختیار کیا ہے اور اسکی صحت
پر قرآن مجید کی دوسری آیت بھی دلالت
کرتی ہے۔ سورہ مومنون میں خدا تعالیٰ

نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان اپنے عضو شہوت کی نگہبانی کرتے ہیں بجز اپنی جو ر و ن کے
یا اونکے جنگلے مالک اونکے ہاتھ ہو چکے ہیں۔ اس آیت میں اللہ صاحب نے ہاتھ کی ملک
سے مسلمانوں کی ملکیت کا اون میں ثابت ہونا مراد لیا ہے پس واجب ہے کہ اس آیت میں
بھی یہی مراد لی جاوے اسلئے کہ تفسیر قرآن مجید کی ایک آیت کی قرآن مجید کی دوسری آیت سے

نہایت ٹھیک رستہ سچائی اور درستی پر چلنے کا ہے۔

علاوہ اسکے اگر مملکت ایمان کم سے لونڈیاں ہی مراد لیجاوین تو وہی آیت کے معنی یہ ہو گئے کہ تم پر آزاد عورتیں حرام ہوئی ہیں مگر وہ عورتیں جو پہلے آزاد تھیں مگر اب تمہاری لونڈیاں ہو چکی ہیں۔

اگر انسان کو ضلالت تقلید میں خدا تعالیٰ نے ڈالے اور اس کے دلو اور سچائی اور نور حقیقی سے جو مذہب اسلام میں ہے روشن کرے تو اس آیت کا مطلب سمجھنے میں کچھ ہی دقت نہیں ہے۔ اس جگہ خدا تعالیٰ نے جو عورتیں اور رشتہ دار عورتیں حرام ہیں اور جو حلال ہیں ان کا بیان فرمایا ہے مگر قبل نزول اس آیت کے اس کا کچھ لحاظ نہ تھا خدا تعالیٰ نے جو کچھ کہ قبل اس آیت کے ہو چکا تھا اس کے جائز رکھنے کو یہ فرمایا کہ جو آزاد عورتیں تمہاری ملک ہو چکی ہیں یعنی اس زمانہ کی رسم موجب تصرف میں آچکی ہیں وہ حرام نہیں ہیں پس اس سے کوئی حکم رقیہ مستقبلہ کا نہیں نکل سکتا۔

اسکی نظیر اسی سورۃ میں اور اسی جگہ موجود ہے کہ اہل عرب اپنے باپ کی جو رو کو جو رو بنانے میں کچھ قیادت نہیں سمجھتے تھے جب اسکی نہی آئی تو خدا نے فرمادیا کہ اس سے پہلے جو ہو چکا وہ ہو چکا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ”مت نکح کرو ان عورتوں سے جن سے لا تنکحوا ما نکح اباہم کم من النساء“ تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو کچھ کہ پہلے ہو چکا“ یعنی وہ اس امتناع میں داخل

نہیں ہے۔

آیت سوم۔ اللہ صاحب نے سورہ نسا میں فرمایا ہے ”اور جو کوئی تم میں سے بخوبی
وَمِنْ لَمْ يَسْتِطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكَحِ
المَحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَمْلُوكَاتٍ
ایسا نکاح کرے تو جو عورتیں تمہارے ہاتھوں
کی ملکیت ہو چکی ہیں ان میں سے جو مسلمان
ایسا نکاح کرے کہ وہ مومنات۔“

آیت چہارم۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ”اللہ کی عبادت
وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا
بِأُولَ الَّذِينَ أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ وَالْيَتَامَىٰ وَالْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسَاكِينَ وَالْحَاكِمِينَ وَالْقُرْبَىٰ وَالْحَاكِمِينَ
الْجَنِّبِ وَالصَّالِحِ بِالْجَنِّبِ وَالْبَسِيلِ
مَامْلُوكَاتٍ أَيْمَانَكُمْ۔“
کرو اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت
کرو اور امان باپ کے ساتھ سلوک کرو
اور قرابت مندوں اور یتیموں اور غریبوں اور
قرابت مند ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور اپنے
پاس کے بیٹھنے والے کے ساتھ اور ان کے
ساتھ جو تمہارے ہاتھوں کی ملک ہو چکی ہیں۔“

آیت پنجم۔ اللہ صاحب نے سورۃ نحل میں فرمایا ہے کہ اللہ نے تم میں سے کسی کو کسی
وَاللَّهُ فَضْلَ بَعْضِكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ
فَمَا الَّذِي فَضَّلُوا بَرَادِي سَهْرَهُمْ عَلَىٰ
مَامْلُوكَاتٍ أَيْمَانَهُمْ فَمِنْ فِيهِ سَوَاءٌ
پر رزق کی فراخی میں زیادتی دی ہے پس
جنکو زیادتی دی ہے وہ اپنا رزق اونکو
بھی دین جنکے مالک اونکے ہاتھ ہو چکے
ہیں تاکہ رزق میں وہ برابر رہیں۔“

آیت ششم و ہفتم۔ یہ آیت سورہ مومنون میں بھی ہے اور سورہ معارج میں بھی ہے
 والذین ہم لفرو جہم حافظون الا
 اسمین اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ جو مسلمان
 علی انہ واجہم او ما ملکت ایما نہم فانہم
 اپنے عضو شہوت کی نگہبانی کرتے ہیں
 غیر ملومین
 مگر اپنی جو روؤں کے ساتھ یا اونکے

ساتھ جنکے مالک اونکے ہاتھ ہو چکے ہیں تو اون پر کچھ ملامت نہیں۔

آیت ہشتم۔ اللہ صاحب نے سورہ نور میں فرمایا ہے کہ ”عورتوں کو اپنا سینہ جو اونکی
 اونسائٹھن او ما ملکت ایما نھن | بدن کی زیبائش ہے سب لوگوں سے سوائے
 بعض کے ڈھکا کرنا چاہیئے اور جن لوگوں سے چہرہ رکنا ضرور نہیں ہے اون میں سے
 یہ لوگ ہیں جنکا اس مقام پر بیان ہے یعنی آپس کی عورتیں یا وہ جنکے مالک اون کے
 ہاتھ ہو چکے ہیں۔

آیت نہم۔ اسی سورہ میں دوسری جگہ یہ آیت ہے کہ جو لوگ اون لوگوں میں سے
 والذین یبتغوا کتاب مما ملکت
 جو تمہارے ہاتھوں کی ملک ہو چکے ہیں
 ایما نکم فکا تبوہم ان علمتم فیہم خیرا
 خط آزادی چاہیں تو اون کو لکھ دو اگر جانو
 اوسمین بہتری۔

آیت دہم۔ اسی سورہ میں اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ”اے مسلمانو! تین وقت
 یا ایہا الذین امنوا لیستاذنکم الذین
 ہیں جنکا بیان اس آیت میں ہے تمہارے
 ملک ایما نکم
 پاس انکو بھی اجازت لیکر آنا چاہیئے جنکے

مالک تمہارے ہاتھ ہو چکے ہیں۔

آیت یا زہوم۔ اللہ صاحب نے سورہ روم میں تمثیل فرمایا ہے کہ مکملو تمہارے ہی حال
ضرب لکم مثلاً من انفسکم ہل لکم
منہا ملکات ایما نکم من شرکاء فیما
سز قناکم۔

مالک تمہارے ہاتھ ہو چکے ہیں تمہارے
شر کیوں میں ہے۔

آیت دو ازہوم۔ اللہ صاحب نے سورہ احزاب میں فرمایا ہے کہ اے نبی جہنۃ حلال
یا ایہا النبی انا احلنا لک انزو لجات
اللاتی اتیت بوجہز وما ملک
یمینک مما افاء اللہ علیک۔

کین تیرے لیے تیری جو رو دین جکا ہر
تو دے چکا ہے اور جو تیرے ہاتھوں کی
ملک ہو چکی ہیں اون میں سے جنکو
اللہ نے تجھ کو دیا ہے۔

یہ وہ آیت ہے جس میں احکام ازواج مطہرات مذکور ہیں اور اس کے بعد کی آیت میں آنحضرت
صلعم کو اس کے بعد اور کسی عورت سے ازدواج کرنے سے امتناع آیا ہے اور اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے ازدواج کے کوئی احکام خاص نہیں تھے بلکہ بشرط
کہ عرب میں ازدواج کا دستور تھا اور سیطرح پر ازدواج ہوا تھا۔ البتہ بتنی کی زوجہ کے
بعد طلاق حرام نہ ہونے کی نسبت احکام صلور ہوئے تھے سو وہ بھی جناب پیغمبر خدا صلعم کے
ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ حکم مذکورہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے لہذا اس آیت میں

خدا تعالیٰ نے اون تمام ازدواجوں کو جو ہو چکے تھے حلال و پاک قرار دیا اور ازدواجِ آئندہ
 ولا یحل لک النساء بعدہ ولا ان
 سے منع فرمایا چنانچہ اسی سورۃ میں فرمایا
 تبدل بہن مزانہ واج ولو اعجاب
 ہے اور نہین حلال ہیں تجھ کو عورتیں اسکے
 بعد اور نہ یہ کہ اون جو رو دن کے بدلے
 حسنہن ۔

اور جو رو میں کرے اگرچہ الکا حسن تجھ کو اچھا لگتا ہو ۔

قبل نزول اس آیت کے مقتویٰ مصر کے بادشاہ نے دو لونڈیاں ایک ماریہ
 قبطیہ اور دوسری سیرین بطور تحفہ کے بھیجی تھیں اون میں سے ماریہ قبطیہ جو جب ارم
 عرب کے حضرت کے تصرف میں تھیں ۔ اس طرح پچھنے آنے کو عربی زبان میں (فتی)
 کہتے ہیں اس آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ما ملکک بینک مما افاء اللہ علیک
 تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوس تصرف کو بھی خدا نے درست رکھا مگر اوس کے بعد
 مطلقاً ازدواج کو منع کر دیا پس اس آیت سے بھی کسی طرح رقیہ مستقبلہ کا ثبوت
 نہیں ہوتا ۔

بعض لوگ افاء کے معنی غنیمت یعنی لڑائی کی لوٹ کے کہتے ہیں اور اوس پر یہ دلیل
 لاتے ہیں کہ لڑائی میں لوٹ کے وقت جو عورتیں ہاتھ آویں وہ لونڈیاں ہو جاتی ہیں
 مگر یہ دلیل اون کی دو وجہ سے غلط ہے اول اس لیے کہ لڑائی کے قیدیوں کی نسبت خاص
 حکم اچھا ہے کہ وہ احسان کر کر یا فدیہ لیکر چھوڑ دیے جاویں دوسرے اس لیے کہ (افاء)
 کے معنی لڑائی کی لوٹ کے نہیں ہیں بلکہ کافر بغیر لڑائی کے جو کچھ دین وہ فنی ہے

الفی ما حصل للمسلمین من اموال الکفار
من غیر حرب ولا جهاد واصلہ الرجوع

چنانچہ سب اموال انوار میں لکھا ہے کہ ”فی وہ

چیز ہے جو کافروں کے مال میں سے

بغیر لڑائی کے اور بغیر جہاد کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے البتہ کہ یہی مجازاً غنیمت کے

مال پر بھی (فی) کا اطلاق ہو جاتا ہے مگر جبکہ اصلی معنی بالکل صحیح و درست اور مطابق

واقع کے ہوں تو مجازی معنی اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

علاوہ اسکے تمام آیت میں اون موجودہ عورتوں کی نسبت احکام میں جو آنحضرت صلعم

کے پاس موجود تھیں اور (ملکت) اور (افار) دونوں ماضی کے صیغے ہیں بہر اوں سے

رقیت مستقبلہ پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے۔

آیت سیزدہم۔ اللہ تعالیٰ سورہ احزاب میں فرماتا ہے کہ ”ہم کو معلوم ہے جو کچھ مقرر

قد علمنا ما فرضنا علیہم فی انہ والجمہ

وما ملکت ایمانہم۔

یاب میں اور اون کے باب میں جن کے مالک

اوس کے ہاتھ ہو چکے ہیں۔“

آیت چہارم۔ اسی صورت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ”نہیں حلال ہیں تم کو عورتیں اس

کے بعد اور نہ یہ کہ اون جو روون کے

بدلے اور جو روئین کرے اگرچہ اون کا

حسن تم کو اپنا لگتا ہو مگر وہ جس کے مالک

تیرے ہاتھ ہو چکے ہیں۔

لا یحل لکم النساء من بعد ولا ان

تبدل بہن من انہ واج ولو اعجاب

حسنہن لا ما ملکت یمینک۔

یہ آیت اور اسکے پہلے کی آیت جس میں تحدید ازواج ہر دونوں کا مطلب واحد ہے اس آیت کی ابتداء میں مطلقاً عورتوں کے حلال ہونے سے منع فرمایا تھا مگر لامالکت کہنے سے وہ عورتیں مستثنیٰ ہو گئیں جن کا بیان پہلی آیت میں ہوا اس لیے کہ مالکت یعنیک اوس ملکیت کو بھی شامل ہے جو سبب نکاح یا مہر افاء اللہ علیک کے حاصل ہوئی ہو پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ”نہیں حلال ہیں جنکو عورتیں اسکے بعد اور نہ یہ کہ اون جو رومن کے لایحل لک النساء مزید دلوان تبدیل بہن من ازواج ولو اعجاب حسنہن لانا ازواج اللاتی آتیت اجورہن اوما ملک یمینک مما افاء اللہ علیک۔

برنے اور جو رومین کرے اگرچہ اون حسن
تجھکو اچھا لگتا ہو مگر تیری وہ جو رومین جنکا
مہر تو دے چکا ہے اور جو تیرے ہاتھوں
کی ملک ہو چکی ہیں اون میں سے جنکو
اللہ نے تجھکو دیا ہے“ پس اس آیت میں

بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو قیت مستقبلہ پر دلالت کرتا ہو۔
آیت پانزدہم۔ اللہ صاحب نے اسی سورہ میں فرمایا ہے کہ عورتوں کو اپنی عورتوں کے
ولانسائھن ولا مالک یمینک ایماھن
اور جنکے مالک اور نکے ہاتھ ہو چکے ہیں سائے
آنا گناہ نہیں۔

یہ بات صحیح ہے کہ قرآن مجید میں بہت سے افعال صیغہ ماضی سے بیان ہوئے ہیں حالانکہ جو احکام اون کی نسبت ہیں وہ زمانہ مستقبل کو بھی شامل ہیں مگر افعال انسانی دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جنکا تحقق اور وقوع دونوں ایک ساتھ ہیں مثلاً قتل کہ جب وہ

واقع ہوگا اوس کا تحقق بھی ہوگا پس ایسے افعال جو بصیغہ ماضی سے بیان ہوں اونکے احکام مستقبل کو بھی شامل ہیں کیونکہ اونکا تحقق نہ وقوع فعل پر منحصر ہے مگر دوسری قسم کے افعال یعنی وہ جنکا تحقق حکمی ہے تو اونکا تحقق بغیر موجود ہونے حکم کے نہیں ہوتا حریت ایک حکمی شے ہے تو جب تک حکم حریت موجود نہ ہو تحقق حریت کسی فعل انسانی سے نہیں ہو سکتا اور حکم حریت قرآن مجید میں موجود نہیں ہے پس جو الفاظ متضمن معنی حریت بصیغہ ماضی بیان ہوئے ہیں وہ حریت مستقبلہ پر جاوی نہیں ہو سکتے۔

لفظ رقبہ

یہ لفظ چار جگہ قرآن مجید میں آیا ہے چنانچہ ان آیتوں کو جن میں یہ لفظ ہے ہم اس جگہ لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اون آیتوں سے کسی طرح حکم حریت مستقبلہ مستنبط نہیں ہوتا آیت اول - اللہ تعالیٰ سورہ نساء میں فرماتا ہے کہ ”مسلمان کو نہیں چاہیے کہ مسلمان

کو مار ڈالے مگر یہ کہ انجانی سے مار دیا ہو اور جس شخص نے کہ انجانی سے کسی مسلمان کو مار ڈالا ہو تو گلو غلاصی کرے ایک مسلمان کی یعنی ایک بردہ آزاد کرے اور خون بہا دے اوسکے وارثوں کو مگر یہ کہ وہ مٹا کر دین پہر اگر وہ تمہارے دشمن کی تو زمین سے تمہارے مسلمان تھا تو آزاد کرے

وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا
خطاء و من قتل مومنا خطاء فحتریر
سرقۃ مومنة و دية مسلمة الی اھله
الا ان یصدقا فان کان من قوم
عدو لکم وھو من فتحیر سرقۃ
مومنة و ان کان من قوم بینکم
و بینھم مثیاق فدية مسلمة الی اھله

والتحریر رقبة مؤمنة فزله عید فصیاً
شهر یتمت بعین توبة من الله وکان
الله علیہم حکیماً۔

مسلمان بردہ اور اگر ایسی قوم میں سے
تھا جن میں تم سے اور ان سے عہد
تو خون بہا دے اور اسکے وارثوں کو اور

آزاد کرے مسلمان بردہ اور جبکو مسلمان بردہ نہ ملے تو دو مہینے برابر روزی رکھے تاکہ اللہ اسکو
معاف کرے۔

آیت دوم۔ اللہ صاحب نے سورہ مائدہ میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تمکو نہیں کھاتا
لایؤخذکم اللہ بالغوفۃ ایمانکم
ولکریۃ اخذکم بما عقدتم الایمان
فکفارتہ اطعام عشرۃ مسالین من
اوسط ما تطعمون اہلکم او کسوتھم
او تحریر رقبة مؤمنة فزله عید فصیاً
ثلثۃ ایام۔

تمہاری سیفائدہ قسموں پر مگر کھاتا ہے
اوپر جبیر تینے مضبوطی سے قسم کھائی تھی
سہرا سکا کفارہ دس محتاجوں کو متوسط درجہ
کا کھانا کھانا جیسا کہ تم اپنے گھر والوں کو
کھلاتے ہو یا اونکو کپڑا پہنانا یا مسلمان بردہ
آزاد کرنا ہے اور اگر نہ ملے تو تین دن روز
رکھنے ہیں۔

آیت سوم۔ اللہ صاحب نے سورہ مجادلہ میں فرمایا ہے کہ "جو کوئی تم سے اپنی جوڑو
والذین یظاہرون من نسائھم ثم
لیودون لما قالوا فالتحریر رقبة من
قبل ان یمسا ذلکم لوعظ ربہ

میں سے کیو مان کہ بیٹھے اور پہر جو بات
کہی تھی اس سے پہر ناچا ہے تو آزاد کرے
ایک بردہ اپنی جوڑو کو چھونے سے پہلے

واللہ بما تعملون خیر من لم یجد
فضیام شہرین متابعین من قبل
ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام
سعتین مسکینا۔

اس سے مکمل نصیحت ہوگی اور اللہ جانتا
ہے جو تم کرتے ہو بہرچگونہ ملے تو دو مہینے
برابر روزے رکھے اپنی جورو کے چونے
سے پہلے اور جو نکر کے تو ساٹھ مہینوں
کو کمانا کھلا دے۔“

آیت چہارم۔ اللہ صاحب سورہ بلدین فرماتا ہے کہ اگر ادا کرنا بردہ کا بڑی گھٹی کا
فلک سرقہ | پہلا گناہ ہے۔

ان تمام احکام میں جو غلام نہ ملنے کی حالت میں اور دوسری قسم کے کفاروں کا ذکر
آیا ہے اس سے رقیۃ مستقبلہ کے معدوم ہونے پر اشارہ نکال سکتا ہے قدر۔

لفظ الرقاب

یہ لفظ قرآن مجید میں دو جگہ بمعنی عبد آیا ہے مگر کوئی لفظ سہی اون آیتوں کا جن میں یہ
لفظ ہے رقیۃ مستقبلہ پر دلالت نہیں کرتا۔

آیت اول۔ سورہ بقرہ میں اللہ صاحب نے ان باتوں کو جو اس آیت میں بیان ہوئی
والسائلین وفي الرقاب۔ | ہیں نیکیاں گناہی اور اونہیں کے ساتھ

مسافروں اور سالکوں کو خیرات دینا اور بردہ آزاد کرنے میں روپیہ خرچ کرنا نیک کام فرمایا ہے۔
آیت دوم۔ سورہ توبہ میں اللہ صاحب نے زکوٰۃ کے روپیہ کا خرچ بتلایا ہے کہ کمان
انما الصدقات للفقراء والمساکین و | کمان خرچ ہوگا اوی کے ساتھ بتلایا کہ

برودہ آزاد کرنے میں بھی خرچ کیا جاوے گا۔

العالمین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم و
ذالرقاب۔

لفظ عبد

یہ لفظ معنی غلام تین چار جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اور اس سے بھی رقیّت مستقبلہ پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

آیت اول۔ یعنی اللہ صاحب نے مسلمان عورتوں کو مشرکین سے شادی کرنے کو منع کیا ہے اور بطور تاکید کے یہ فرمایا کہ
ولعبد مؤمن خیر من مشرک
ولوا عجبکم

مسلمان غلام بھی ایک مشرک سے اچھا ہے
اگرچہ وہ مشرک نکو اچھا معلوم ہوتا ہو۔

آیت دوم۔ عرب میں بزمانہ جاہلیت یہ دستور تھا کہ ایک قوم دوسری قوم پر کسی
الحسب بالحر والعبد بالعبد۔
سبب سے اپنے تئیں بڑا قرار دیتی تھی اور

بڑائی کے سبب سے یہ ہوتا تھا کہ اگر بڑی قوم میں کا غلام مارا جاتا تو اس کے بدلے میں دوسری قوم کے حر یعنی آزاد کو مار ڈالتے تھے اور اگر عورت ماری جاتی تھی تو اس کے بدلے مرد کو مارتے تھے اور اگر ایک مرد مارا جاتا تو اس کے بدلے دوسرا مارتے تھے جب وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اسکا جھگڑا رسول خدا صلعم کے سامنے ہوا تو قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قصاص فرض کیا ہے اگر آزاد مرد کو مرد کو مارے تو وہی مارا جاوے اگر غلام غلام کو مارے تو غلام بھی مارا جاوے اگر عورت عورت کو مارے تو وہی عورت

ماری جاوے۔

آیت سوم۔ اللہ صاحب نے سورہ نحل میں بت پرستوں کے سمجھانے کو ایک غلام
ضرب اللہ مثلاً عبد المملوک کا لفظ | کی مثال دی جو دوسرے کا مال ہے
علیٰ شئ۔ | اور کسی چیز پر کچھ اختیار نہیں رکھتا۔

لفظ امتہ

قرآن مجید میں دو جگہ یہ لفظ ہے اور کسی جگہ سے بھی رقیّت مستقبلہ کا حکم
نہیں پایا جاتا۔

آیت اول سورہ بقرہ میں اللہ صاحب نے مسلمانوں کو مشرک عورتوں سے بیاہ کرنے
و کلمۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ و | کو منع فرمایا اور تاکیداً یہ ارشاد کیا کہ ایک
مسلمان لونڈی مشرک عورت سے اچھی ہے |
لو اعجبکم۔ | اگرچہ وہ مشرک عورت تھو اچھی لگتی ہو۔

آیت دوم۔ اللہ صاحب نے سورہ نور میں فرمایا ہے کہ ”مکاح کرو مسلمان راہنڈوں کا
و انکھوا الایامی منکم و الصالحین من | اور نیک چلن اپنے غلاموں اور لونڈیوں کا
عبادکم و امائکم۔

لفظ فیات

یہ لفظ بھی قرآن مجید میں دو جگہ بمعنی لونڈیوں کے آیا ہے مگر ایک جگہ یہی ایسا کوئی
لفظ نہیں ہے جو رقیّت مستقبلہ پر اشارہ کرتا ہو۔

آیت اول۔ سورہ نسا کی آیت سے جو ذیل لفظ مملکت میں بیان ہو چکی۔

آیت دوم۔ اللہ صاحب نے سورہ نور میں فرمایا ہے کہ اپنی چوکر یون پر بدکاری کے لیے جبر نہ کرو دنیا کی زندگی کا سامان بہم پہنچانے کے لیے جبکہ وہ چاہتی ہیں پاک دہن
ولا تکرھوا فتیۃ کلمہ علی البغیاء ان الجن
تخصنا للتبغوا عرض الحیوة الدنیا۔
رہنا۔

لفظ افاء

یہ لفظ تین جگہ قرآن مجید میں آیا ہے مگر صرف آیت سورہ احزاب ہماری بحث سے متعلق تھی جس سے ہم یہ ذیل لفظ مملکت بخوبی بحث کر چکے۔

لفظ غلام و جاریہ

یہ لفظ قرآن مجید میں تو نہیں آئے مگر حدیث میں آئے ہیں چنانچہ وہ حدیث لکھی جاتی ہے۔

ابو ہریرہ نے کہا کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ کوئی تم میں سے یون نہ کہو کہ میرا غلام اور میری لونڈی تم سب خدا کے غلام ہو اور سب تمہاری عورتیں خدا کی لونڈیاں ہیں مگر یون کہو کہ میرا لونڈا اور میری لونڈیہ اور میرا چوکرا اور میری چوکری اور غلام سب تمکو ربی نہ کہو بلکہ
عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقول احدکم عبدی و امتی کلکم عبد اللہ و کل نساکم اماء اللہ و لکن لفضل غلامی و جاریتی و فتای و فتاتی و لا یقول العبد سہنی

ولكن ليقبل سيدو في رواية ليقبل سيدو
ومولا في رواية لا يقبل العبد لسيده مولا
فان مولا كم الله راء مسلم كذا في المشكوة
ميرے اقا یا میرے مالک کہوے
اور ایک روایت میں آیا ہے کہ میرے
مالک بھی نہ کہوے کیونکہ تم سب کا مالک
اللہ ہے یہ حدیث مسلم میں ہے اور مشکوٰۃ میں بھی اوسکو نقل کیا ہے۔



باب سویم

علماء اسلام نے سبب طاری ہونے رقیّت کا صنف غلبہ و

استیلاء قرار دیا ہے

یہ مسئلہ کہ تمام انسان دراصل جریعی آزا دہین علماء اسلام بھی تسلیم کرتے ہیں اور قاضی
کلیہ الحرم معصوم بنفسہ کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی سبب سے ابتدا طاری ہونا رقیّت کا کسی
انسان پر بذریعہ بیع و مقبول نہیں کرتے چنانچہ اذکا قول ہے کہ ”اگر کوئی ذمی یا حربی
دارالاسلام میں اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو بیچے تو وہ بیع جائز نہیں اور جو لوگ بیچے گئے ہیں
وہ لونڈی و غلام نہیں ہیں۔“

اسی طرح اذکا یہ بھی قول ہے کہ اگر حربی اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو دارالحرب میں
بیچے تو وہ بیع بھی جائز نہیں اور جب تک کہ وہ لوگ جو بیع ہوئے ہیں دارالحرب میں ہیں
بالاتفاق جملہ ائمہ کے وہ لونڈی و غلام نہیں ہیں۔ لیکن اگر وہ دارالحرب سے دارالاسلام میں

نکال لائے جاوین تو اس بات میں کہ بعد نکال لانے کے وہ لوٹدی وغلام ہو جاتے ہیں
اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ بسبب حصول غلبہ مالاٹوٹدی وغلام ہو جاتے ہیں اور اکثر
کا یہ قول ہے کہ نہیں ہوتے۔

اکثر علماء اسلام اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دارالحرب میں سے
بغیر لڑائی و غلبہ کے دغا و فریب سے یا دھوکہ دیکر کافرون کو یا اونکی اولاد کو کپڑا دے تو وہ
لوٹدی وغلام نہیں ہوتے اور بعض کہتے ہیں کہ بسبب حصول غلبہ و استیلا کے مالا
لوٹدی وغلام ہو جاتے ہیں۔

مگر چار صورتیں ہیں جنہیں بالاتفاق مسلمان عالموں کا فتویٰ ہے کہ اون صورتوں میں
کافروٹدی وغلام ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد بذریعہ بیع و ہبہ وارث و وصیہ کے
منتقل ہوتے ہیں اور وہ چار صورتیں یہ ہیں۔

اول۔ وہ حربی کافروں اور عورت اور معصوم بچے جو جہاد میں قید ہوں اور دارالحرب
سے دارالاسلام میں لے آئے جاوین۔

دوم۔ دارالحرب میں سے مسلمان بزرگ دستی کافرون کو یا اونکی عورتوں اور بچوں
کو کپڑا دین۔

سوم۔ کافر بادشاہ کسی مسلمان کو بطور نذر یا ہدیہ کے یا جزیہ و خراج کے کافرون کو
یا اونکے بچوں کو بھیجے۔

چہارم۔ کوئی حربی دارالاسلام میں بغیر امان کے آجاوے اور کپڑا آجاوے۔

چنانچہ یہ تمام صورتیں اہل سنت و جماعت کی کتب فقہ میں مندرج ہیں جنکو مجتہد اس مقام پر ہم نقل کرتے ہیں۔

روایت اول۔ فتاویٰ قاضی خان دین لکھا ہے کہ حربی کا اپنے تئیں یا اپنے بیٹے کو بیچنا جائز نہیں ہے بہر اگر خریدار کو کو دارالاسلام میں نکال لاوے تو اوکو مالک ہو جاتا ہے بشرطیکہ مسلمانوں میں اور ان حریریوں میں امن سے رہنے کا وارنہو۔

ان للحربی اذا باع اياه او ابنه لاجور
فان اخرجه المشتري المحار لاسلام
ملكه اذ لم يكن بينا امان

روایت دوم۔ قاضی خان میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام دہائیں اس بات میں متفق ہیں کہ دارالاسلام میں اونکی بیع جائز نہیں ہے اور جبکہ عام علماء کے قول کے مطابق دارالحرب میں اونکی بیع ناجائز ہے بہر اگر خریدار اوکو دارالاسلام میں نکال لاوے تو اسپر بڑے بڑے عالموں نے خدا اوکو بخشے اختتام کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ اونکا مالک ہو جاتا ہے کیونکہ اگرچہ اونکی بیع باطل تھی مگر جبکہ مشتری زبردستی سے اوکو نکال لایا تو سبب غلبہ کے جو

واقفت الروایات علمائہ لاجور
بیعہ فی دار الاسلام ومتولى یخرج
البيع فی دار الحرب علی قول العامة
فان اخرجه المشتري الى دار الاسلام
اختلف المشايخ رحمهم الله فيه قال
بعضهم يملكه لان البيع وان بطل فتي
اخرجه جبراً ملكه بالقره المبتدع وقال
بعضهم يكون حر لان البائع لا يملك
النصر فيه لا بيعاً ولا وطياً فلا يملك

المشتري وقال بعضهم ان كان البائع
يرى جواز هذا البيع يملكه المشتري
بالاخراج الى دار الاسلام اخرجه طائفا
او مكرها وان كان البائع لا يرى جواز هذا
البيع فان اخرجه المشتري كرهها يملكه
وان جاء به طائفا لا يملكه -

اوسنے کیا اونکا مالک ہو گیا اور بعضے
کہتے ہیں کہ جبکو خرید اسے وہ غلام نہیں
ہوتے بلکہ آزاد رہتے ہیں کیونکہ بائع
اونہیں کسی طرح کا تصرف بذریعہ بیع یا ہب
کے نہیں کر سکتا تا تو بس مشتری ہی
مالک نہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر بائع

اونکی بیع کو جائز سمجھتا ہے تو مشتری اونکا مالک ہو جاتا ہے بشرطیکہ اونکو دار الاسلام میں
زبردستی سے خواہ رضامندی سے لے آوے اور اگر بائع اونکی بیع کو جائز نہیں سمجھتا تو
اگر مشتری اونکو جبراً دار الاسلام میں نکال لایا ہے تو تو اونکا مالک ہو جاوے گا اور اگر رضامندی
سے لایا ہے تو نہیں ہونے کا -

روایت سوم - حموی شرح اشباہ میں لکھا ہے کہ حربی اور ذمی دونوں اپنی اولاد کو
الحربی والذمی لا یملکت بیع ولده فی
دار الاسلام فاذا باع فوطا الحرب ان
اخرجه منه كرهها يملكه وان اخراج
المشتري باختياره فلاحياط النكاح -

جسکو خرید ہے خود دار الاسلام میں حلی آوے تو اس سے نکاح کر لینا احتیاط کی بات ہے
روایت چہارم - خزائنہ الروایات میں لکھا ہے کہ ایک مسلمان دار الحرب میں امان مانگے

مسلم دخل دار الحرب بأمان فاشتري
من أحد هم ابنه أو أخاه فالصحيح أنه
لا يجوز البيع لكنهم إذا ادأنوا جواز هذا
البيع ملكه بالقهر لا بالشراء۔

گیا پہاڑ سے وہاں کسی سے اپنا بیٹا یا
اپنا بہائی مول لیا تو ٹیک مسئلہ تو یہ ہے
کہ وہ بیع جائز نہیں لیکن جبکہ وہاں کے
لوگوں نے اس بیع کو جائز سمجھا تو شرعی

بسبب غلبہ کے مالک ہوا نہ بسبب مول لینے کے۔

روایت پنج۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ نبی ہمارے مالک نہیں ہوتے نہ ہمارے ان
ولا یملاک علینا اهل الحرب مدبرنا
وامہات اولادنا وصکابنا واحرارنا
ونملک علیہم جمیع ذلک لان
السبب انما یفید الحکم فی محلہ و
المحل المال الباع والحر معصوم بنفسه
وکذا امن سواہ لانه ثبت الحرۃ
فیہ من وجہہ بخلاف اقرارہم
لان الشرع اسقط عصمتہم
جزاء علو جناتہم وجعلہم اسرقاء و
لا جناۃ منہم وکلاء۔

غلاموں کے جو ہمارے بعد ازاد ہو جائیں گے اور نہ ہماری
صاحب و اولاد لہ بیٹوں کے اور نہ اون غلاموں کی
جبکہ ہم نے خط آزادی لکھ دیا ہے اور نہ ہمارے
آزاد لوگوں کے گوہر حرمیوں کی اون سب
چیزوں کے مالک ہو جاتے ہیں ایسے
کہ سب یعنی غلبہ جبکہ ایسی جگہ ہو جہاں
ہو سکتا ہے تو جو نتیجہ غلبہ سے ہوتا ہے
وہ حاصل ہو جاتا ہے اور جس جگہ غلبہ ہو سکتا
ہے وہ ایسا مال ہے جس پر غلبہ کرنا مباح
ہو اور آزاد لوگ بذات خود محفوظ ہیں اور

اس طرح وہ بھی جن میں کسی طرح سے بھی آزادی موجود ہوتی ہے برخلاف کفار کے بردوں

کے اسلئے کہ شرع نے اونکی محفوظیت بسبب اونکے گناہ کے توڑ دی ہے اور انکو بدہ کر دیا ہے اور ہمارے لوگوں میں جب تک اوپر ذکر ہوا اس قسم کا گناہ نہیں ہے۔

روایت ششم۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ غلبہ متحقق نہیں ہوتا جب تک کہ ذنب و دارالاسلام الاستیلاء لا یتحقق الا بالاجرائہ بالدار لانہ عبارة عن الاقتدار علی المحل حالاً و مآلاً

روایت ہفتم۔ بحر الرائق میں لکھا ہے کہ عامی میں یہ بات لکھی ہے کہ ملک کیا چیز ہے ایک خصوصیت ہے جو غیر کو اس میں تصرف کی مانع ہے اور وہ خصوصیت غلبہ کا اثر ہے اسلئے کہ جو چیز کسی کی ملک نہ ہو اس پر غلبہ کے سبب سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور جو چیز کسی کی ملک نہ ہو وہ مباح ہے اور تمام چیزوں میں ضرر غلبہ ہی وہ طریق ہے جس سے ملکیت ہو جاتی ہے نہ او کوئی اسلئے کہ اباحت تمام چیزوں میں اصل ہے۔ اور بیع اور ہبہ اور مانند اونکے جو معاہدے ہیں

وفي الحامى الملك الاختصاص
الحائز وانه حكم الاستيلاء
يثبت الملك فيه خالياً عن الملك
والخالى عن الملك هو المباح والاستيلاء
لا غير هو طريق الملك في جميع الاموال
لان الاصل الاباحة فيها والبيع
والهبة ونحوها ينقل الملك الحاصل
بالاستيلاء اليه فمشرط البيع
الملك حالة البيع حتى لم يصح في
مباح قبل الاستيلاء لخلو المحل عن

المالك وقته وبأكثر الوصية
 تحصل الخلافة حتى لا يهول
 الانتقال حتى لا يكون للوارث الرد
 بالعيب دون المشتري فالسبب
 ثلاثة مثبت للمالك وهو الاستيلاء
 ونقل للمالك وهو البيع ونحوه وخلافه
 وهو الكراهة والوصية -

اورن سے وہ ملکیت جو سبب غلبہ کے
 حاصل ہوتی ہے منتقل ایہ کے پاس منتقل
 ہو جاتی ہے پس بیع کی شرط سے یہ بات
 ہے کہ جو چیز بیچی گئی ہے وہ بروقت
 بیع کے بائع کی ملکیت ہو یہاں تک کہ
 اگر کوئی شخص مباح چیز کو اس پر غلبہ کرنے
 سے پہلے بیچ ڈالے تو وہ بیع جائز نہ ہوگی

اس لیے کہ وہ مباح چیز اس وقت تک کسی کی ملک نہ تھی۔ اور وراثت اور وصیت سے
 پہلے مالک کی جائنشین حاصل ہوتی ہے گویا یہ وہی پہلی ملک ہے نہ انتقال اور اس لیے
 وارث سبب عیب کے مال پر نہیں سکتا مگر مشتری پر نہیں سکتا ہے پس تعین سبب ملکیت کے
 ہوئے ایک وہ جو ملکیت ثابت کرتا ہے وہ تو غلبہ ہے اور ایک وہ جو ملکیت منتقل کر دیتا
 ہے اور وہ بیع ہے اور مثل اس کے اور ایک وہ جو مالک کا جائنشین کر دیتا ہے اور
 وہ وراثت اور وصیت ہے۔

روایت ہشتم در مختار میں لکھا ہے کہ اگر ستا من والحر ب سے کوئی چیز دارالاسلام
 میں نکال لاوے تو حرام مال کی مانند ہوگا
 مالک ہوگا کیونکہ اس نے غنہ کیا ہے
 پس چاہیے کہ اس مال کو غنہ ہو نہ کوید
 فلو اخرج النيا شيئاً ملكه ملكاً حراماً
 للغدر فتي صدق به بخلاف لاسير
 فبإباح تعرضه وإن اطلقوا طوعاً لانه

غیر مستان من فہو کا اللص فائدہ لجزر لہ
لخذ المال و قتل النفس۔

بر خلاف اس شخص کے جسکو حربی قید
کر کر لے گئے ہوں پس اسکو تو تعرض کرنا درست

ہے اگرچہ حربیوں نے اسکو اپنی خوشی چھوڑ ہی دیا ہو کیونکہ جو شخص قید ہو کر گیا وہ مستان
نہیں ہے بلکہ وہ چور کی مانند ہے اور اسلئے اسکو جائز ہے مال کا لینا اور جان کا مارنا
روایت نہم۔ ذخیرہ الزیات میں لکھا ہے کہ عیون میں لکھا ہے کہ اہل حرب کے بادشاہوں

میں سے کسی بادشاہ نے ایک مسلمان
کو آزاد حربی یا کوئی اپنا رشتہ مند بطور تحفہ
کے بھیجا پس اگر اوں لوگوں میں جو بطور
تحفہ کے بھیجے گئے ہیں اور اس میں جسکو
تحفہ بھیجا کچھ رشتہ داری نہیں ہے تو
وہ اس کے مملوک ہو جاتے ہیں اور اگر وہ
شخص جو بھیجا گیا ہے اسکا رشتہ مند
قریب ہو یا اس کی صاحب اولاد لوطی

اھدی ملک من مملوۃ اھل الحرب
الی حرب من المسلمین ہدیۃ من اھل
اومر۔ بعض اھلہ فآلہ یکن
بین المھدی والمھدی قرابة
کانوا عمالیک للمھدی الیہ وانکان
المھدی ذ اھرم محرم من المھدی
اوامة قد ولدت لہ لم یصر مملکا
المھدی الیہ

ہو تو جسکو تحفہ بھیجا گیا ہے اسکی ملک نہیں ہوتی۔

روایت دوم۔ سراجیہ میں لکھا ہے کہ ایک حربی دارالاسلام میں بغیر امان مانگے چلا آیا
حربی دخل الینا بغیر امان فاخذہ
سرجل منا فھو فی عامۃ المسلمین و
بہ اسکو ایک مسلمان نے پکڑ لیا تو وہ بطور
غنیمت تمام مسلمانوں کا مال ہو جاتا ہے

قال ابو یوسف ومحمد هواللذی
اخذہ -

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی یہ
راے ہے کہ وہ اوسے کا مال ہے
جنے اوسکو کپڑا۔

ان تمام روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگلے عالموں نے فضیلت غلبہ اور استیلا
کو سبب رقیق قرار دیا ہے۔ ایک مدت ہوئی کہ بعض لوگوں نے استفادہ کیا تھا
کہ انسان کس چیز سے غلام و لونڈی ہوتا ہے اور کون سا آدمی ہے کہ غلام اور
لونڈی ہو سکتا ہے اوسکا جواب مولوی وحید الدین صاحب سہارنپوری نے لکھا
تھا اور جناب مولوی محمد اسحق صاحب نے اوس سے اتفاق کیا تھا اور بعد کو مفتی محمد
اکرام الدین خان صاحب اور مولوی کریم اللہ صاحب اور مفتی سید رحمت علی خان
عرف مفتی میر لال صاحب اور جناب حضرت شاہ احمد سعید صاحب اور مولوی
حاجی قاسم صاحب اور مولوی عبدالخالق صاحب اور جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب
اور مولوی حبیب اللہ صاحب اور جناب مولوی محمد صدر الدین خان صاحب نے
بھی اوس پر اپنی اپنی مہرین ثبت فرمائی تھیں اوس میں بھی یہ لکھا ہے کہ ”سبب غلام و
کینزک ہونے کا ابتدا غلبہ ہے حال اولاً یعنی بالفعل اور آئندہ کو نہ غیر اسکا بیع وغیرہ
اسلئے کہ سبب اور پیدا کرنے والا ملک کا ہر چیز میں غلبہ ہے نہ غیر اسکا اور محل اسکا
مال مباح ہے نہ غیر اسکا اور آدمی میں مال مباح فقط حربی ہے اور معنی غلبہ کے
قدرت اور قابو پانا ہے ایک چیز پر بالفعل اور آئندہ کو بھی یعنی اسطرح اسکی پناہ

میں آیا کہ کوئی اسے چٹا نہیں سکتا اور غالب حربی پر جو کوئی ہو مسلمان ہو یا کافر ذمی ہو یا حربی مالک اسکا ہوجانا ہے انتہی ”مگر اب ہمکو دیکھنا چاہیے کہ غلبہ و استیلا کو جو سب رقیّت اور حربی کو مال مباح ٹھہرایا ہے آیا اسکے لیے کوئی نص صریح قرآن و حدیث میں موجود ہے یا نہیں اسکا جواب صاف ہے کہ کوئی نہیں البتہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگلے عالموں نے اپنے ذہن میں قیدیانِ جہاد کو نوٹڈی و غلام سمجھ کر اور صرف اپنی رائے سے اور نہ کسی نص سے انکی رقیّت کی وجہ غلبہ و استیلا قرار دی اور جہان کین اونہوں نے ذرا بھی غلبہ و استیلا کسی قسم کا پایادمان رقیّت کو جاری کر دیا مسلمانوں کا حربیوں کو زبردستی پکڑانا یا حربیوں کا بطور نذر کے بھیجنا یا حربیوں کا دارالاسلام میں پکڑا جانا سب کو جہاد کے غلبہ و استیلا پر قیاس کر لیا۔

کیسے تعجب کی بات ہے کہ اگلے علماء نے حربیوں کی اولاد کا دارالحرب میں خریدنا بشرطیکہ وہ لوگ اذکبار جہاد سمجھتے ہوں اسلئے جائز قرار دیا ہے کہ اوسمیں بھی غلبہ و استیلا کی صورت ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ جب اہل حرب جواز بیع کے معتقد ہوئے تو بعد بیع وہ اسکو پیہر نہیں سکتے پس یہ سبب خریدنے کے مسلمان کو حربی پر غلبہ و استیلا متحقق ہو گیا۔ لغو ذلک باللہ منہ ذلک باطل۔

اب ہمارے علمائے اس غلبہ و استیلا کو جو اپنی طبیعت کا ٹھہرایا ہوا اصول تھا یہاں تک وسعت دی کہ غلبہ و استیلا کرنے والے پر مسلمان ہونے کی بھی شرط ساقط کر دی اور لکھ دیا کہ اگر کافر کافر کو بھی بغلبہ و استیلا پکڑے تو وہ بھی اسکا غلام ہو جائیگا چنانچہ

ہدایہ شریف میں لکھا ہے کہ جب کفار ترک کفار روم پر غالب ہو جاویں اور ہندی پکا لیں
 واذا غلب الزحف علی الروم فسبھا اور مال لے لیں تو او کے مالک ہو جاتے
 واخذوا اموالہم ملکوها لان الاستیلاء بین کیونکہ استیلاء یعنی غلبہ متحقق ہو گیا
 قد تحقق فی مال مباح وهو السبب مباح مال میں اور وہی سبب مالک ہو گیا۔

با این جہہ اب تک فضل آلہی سے کسی بزرگ نے یہ نہیں فرمایا کہ رہیوں کو مال مباح
 کسی اصول پر قرار دیا آیا قرآن مجید میں یا حدیث نبوی میں یہ حکم آیا ہے یا حضرت
 جبرئیل اور بزرگوں پر وحی لائے تھے البتہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو
 کہ لڑائی میں لوٹ کا مال اللہ تعالیٰ نے ہکو مباح کیا ہے اور یہ نہایت عمدہ اور بہت ہی
 خوب اصول ہو مگر مال میں انسان کو دخل نہیں فرمایا غالباً ہمارے علماء نے قیاس سے انسان
 کو بھی مال سمجھا ہے۔

بہر حال جو ہوائی بات ضرورت تسلیم کرنی چاہیے کہ غلامی ایک مسئلہ ہے جو ہکو علماء اسلام
 نے نکالا ہے یا اختیار کیا ہے مگر اسکو ایک مسئلہ شرعی منزل من اللہ کہنا کیسا جو طوا
 اسلام پر کتنا بڑا اتہام کرنا ہے۔

ان تمام حالات سے اور تمام فقہی روایتوں سے جو مذکور ہوئیں یہ بات ثابت ہو گئی
 کہ فقہاء اسلام نے جو غلبہ و استیلاء کو سبب رقیق قرار دیا ہے اسکی اصل جہاد
 کے قیدیوں کو لونڈی و غلام بنانے پر مبنی ہے پس اب ہکو اس بات پر بحث کرنی چاہیے
 کہ جہاد کے قیدیوں کا لونڈی و غلام بنانا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اگر اوان قیدیوں کا لونڈی

وغلام بنانا ناجائز ثابت ہو جاویگا تو یہ اصول رقیّت باطل ہو جاویگا اور سب کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسلام میں کوئی شخص اور کسی حالت میں لونڈی وغلام نہیں ہو سکتا پس اب ہم امر مذکور کی بحث پر متوجہ ہوتے ہیں۔ واللہ المستعان۔



باب چہام

اس بات کے بیان میں کہ قیدیان جہاد کے لونڈی وغلام بنانے کا کوئی حکم قرآن مجید یا حدیث صحیح میں نہیں ہے

کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ قرآن یا حدیث میں کسی جگہ یہ حکم ہے کہ جو لوگ جہاد میں کپڑے جاتے ہیں وہ لونڈی وغلام ہو جائیں مگر اگلے عالموں نے قرآن مجید سے اس سلسلہ کے استنباط پر کوشش کی ہے چنانچہ اس کو اس مقام پر لکھتے ہیں اور جو غلطیان اس استنباط میں ہیں ان کو بھی بیان کرتے ہیں۔

استنباط اول۔ وہ کہتے ہیں کہ بہت سی جگہ قرآن مجید میں اور احادیث صحیح میں لونڈیوں اور غلاموں کا ذکر آیا ہے اور بہت سے احکام انکی نسبت بیان ہوئے ہیں اور اس سے پایا جاتا ہے کہ اسلام میں ہی لونڈی وغلام کا ہونا جائز رکھا گیا ہے۔

مگر یہ دلیل رقیّت مستقبلہ سے متعلق نہیں ہو سکتی اسلئے کہ ہم یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ قبل نزول آیت حریت کے جبکہ لونڈی وغلام موجود تھے ان سب کو اسلام نے

بطور لوٹڈی و غلام تسلیم کیا تھا اور انہیں کی آزادی اور آرام و آسائش کے لیے حکام
صاوریہ کے تھے اور ان احکام میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو قیت مستقبل پر
دلالت کرتا ہو۔

استنباط دوم اللہ تعالیٰ نے سورہ برات میں نسبت ان مشرکین عرب کے جنہوں نے
اپنے تمام عہد توڑ دیے تھے اور دعا و بدعہ کی کرکڑاٹی شروع کر دی تھی یہ فرمایا کہ جب
فاذا نسلخ الاشرار الحرم فاقتلوا
المشرکین حیث وجدتموہم وخذوا
واحصرواہم واقعدوا الہم کل مہمد
فانزلوا واثاموا الصلوۃ واثاموا الزکوۃ
فخلوا سبیلہم ان اللہ عفور رحیم -
وہ عینے جنہیں لڑائی منع ہے گزرجاویں
تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انکو کچڑو
اور انکو گویہ وادھر ہر جگہ انکی گمات میں
بیٹھو ہر گروہ تو بیکرین اور نماز پڑھیں اور
زکوٰۃ دین تو انکا راستہ چھوڑ دو بیشک
اللہ سختی والا مہربان ہے۔

ملا احمد جو نبوری نے جو عالمگیر کے عہد میں تھے اس آیت کا نام آیت استرقاق
رکھا ہے اور علماء اسلام کی بڑی دڑا ثبات قیت پر یہ آیت ہے مگر کوئی شخص ہی
جسکے دل کی آنکھیں ضلالت تقلید سے اندھی نہیں ہوئی ہیں نہیں کہہ سکتا کہ اس آیت
سے قیت ثابت ہوتی ہے۔ اس آیت میں یا حکم قتل کرنے یعنی لڑنے کا ہے یا قید
کرنے کا یا کافروں کے رستوں کے روکنے کا ہے تاکہ وہ مسلمانوں پر فوج نہ لاسکیں
یا شب خون یا اور کسی قسم کی لوٹ مار نہ کرسکیں اور ان قیدیوں کو غلام و لوٹڈی بنانے کا

کین ذکر ہی نہیں ہے۔ تعجب یہ ہے کہ مفسرین نے ہی اور خود ملا احمد جو پوری نے
 ہی اس آیت کی تفسیر میں استراق کا کچھ ذکر نہیں کیا چنانچہ اس مقام پر متعدد تفسیروں
 سے اس آیت کی تفسیر نقل کی جاتی ہے۔

تفسیر رضی اللہ عنہ کہ خذ وہم کا لفظ جو اس آیت میں ہے اس کے	خذ وہم - واسر وہم - ولاخیزد -
معنی یہ ہیں کہ انکو پکڑ لو ایسے کہ اخیزد کے	الاسیر - واحصر وہم - واحبس وہم
معنی پکڑے ہوئے کے ہیں اور	وحیلوا بینہم و بین المسجد الحرام
واحصر وہم کے معنی یہ ہیں کہ انکو روکے	واقعد والہم کل مرصد کل ممر لیثلا
رکھو اور کافروں کے اور مکہ معظمہ کے	یتبسطوا فی السبلا -
درمیان میں رکھو اور واقعد والہم	

کل مرصد کے یہ معنی ہیں کہ انکے رستے روک لو تاکہ وہ ملکوں میں نہ پہنچ سکیں۔	خذ وہم - واسر وہم - ولاخیزد -
تفسیر دارکین ہی خذ وہم کے معنی پکڑ لینے کے لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ اخیزد کے	واحصر وہم - قید وہم - وامنع وہم من
معنی ہیں کہ انکو قید کر لو اور انکو ملکوں میں	التصرف فی السبلا واقعد والہم کل مرصد
تصرف کرتے دواور واقعد والہم	کل ممر و محتار تصد ونہم بہ -
کل مرصد کے یہ معنی ہیں کہ انکے تمام	
رستے گھیر لو جہان سے وہ جانا جائیں۔	

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ خذ وہم کے معنی ہیں کہ انکو پکڑ لو اور احصر وہم

وخذوهم - واسروهم - واحصوهم
ای احبسوهم قال ابن عباس یسیرید
ان تحصنوا فاحصروهم ای امنعوهم
من الخروج وقيل امنعوهم من
دخول مكة والتصرف فيها كما شئنا
واقعد والهم کل مرصدا علی کل
طریق والمرصد الموضع الذی یرقب
فیه العدو ومن مرصدات الشئ امر صده
اذا اترقبه یرید کونوا الهم مرصدا
لناخذوهم من اى جهة توجهوا و
قيل اقعد والهم بطریق مکة حتى
لا یدخلوها۔

کے معنی ہیں اونکو روک لو حضرت ابن
عباس کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اگر قلعہ میں
پناہ لیں تو اونکو گھیر لو اور نکلنے سے
البعضون نے کہا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے
کہ اونکو مکہ میں مت آئے دو اور مسلمانوں
کے شہروں پر داخل وقت نہ مت کرنے دو
اور واقعد والہم کل مرصد کے
یہ معنی ہیں کہ ہر رستہ پر اونکی گمات میں
بیٹھو کیونکہ مرصد اس جگہ کو کہتے ہیں
جہاں دشمن کے ملنے کی امید ہو چنانچہ
عربی زبان کا ایسا ہی محاورہ ہی مطلب یہ
ہے کہ اونکی تاک میں رہو تاکہ جس طرف

وہ متوجہ ہوں اونکو پکڑ لو اور بعضون نے کہا ہے کہ مطلب صرف اتنا ہے کہ مکہ کے رستہ
میں اونکی گمات میں بیٹھے رہو تاکہ وہ مکہ میں نہ آسکیں۔

تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ خذوہم کے معنی یہ ہیں کہ اونکو پکڑ لو ایسے کہ اخذوا
وخذوہم - واسروہم - ولاخذا لاسیرا
واحصوہم - وقیدوہم - وامنعواہم
کو کہتے ہیں جو پکڑا گیا ہو اور واحصوہم
کے معنی ہیں کہ اونکو قید کر لو اور اون کو

من التصرف في البلاد عن ابن عباس
حصصهم ان يحال بينهم وبين المسجد
الحرام بكل مرصد وكل مرصحتا
ترصد ونهم به -

شہرون پر تصرف کرتے دواور
ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ کہتے
تھے کہ حصصہم سے یہ مطلب ہے کہ
اوان میں اور مکہ میں روک کر دی جاوے
ہر مرصد یعنی ہر رستہ پر جہاں سے وہ دہان جانا چاہتے ہیں

تفسیر کہ یہ میں لکھا ہے کہ اونکو پکڑ کر گرفتار کر لیا نہ کہ اخذ کے معنی میں گرفتار ہوئے
کے اور حصص کے معنی میں گھیرے سے
نہ نکلنے دینے کے ابن عباس کہتے
ہیں کہ اس سے مطلب یہ ہے کہ اگر
وہ قلعہ میں پناہ لیوں تو اونکو گھیر لو اور فرار کا
قول ہے کہ گھیرنے سے یہ مطلب ہے کہ اونکو مکہ میں مت
آنے دواور مرصد اس جگہ کو کہتے ہیں
جہاں دشمن کے ملنے کی توقع ہو چنانچہ
زبان عرب کا ایسا ہی محاورہ ہے مفسرون
کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جس رستہ
سے وہ مکہ کو یا چراگاہ کو یا تجارت کو جانا
چاہیں اونکی کمین گاہ میں بیٹھو۔ انفس کا

قوله واخذوهم - اى بالاسر
والاخذ الاسير - وقوله واحصوهم
معنى الحصر المنع من الخروج من
حصيهم قال ابن عباس يريد ان تحصنوا
فاحصوهم وقال الفراء حصهم ان
يمنعوا من البيت الحرام قوله تعالى و
اتعدوا لهم كل مرصد والمرصد
الموضع الذي يرتب فيه العدو من
قولهم رصدت فلانا فإرصدوا إذا رقبته
قال المفسرون المعنى اتعدوا والهم على كل
طريق ياخذون فيه إلى البيت أو إلى

الصحاء اولی التجارة قال لا تحقر فی
الصالح م محذوف والتقدیر واقعد
لهم علی صل مہد ثم قال تعالی
فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزکوۃ
فخلو سبیلہم۔

قول ہے کہ اس عبارت کے معنی یہ ہیں
کہ ہر ستم پر او کی کمین گاہ میں بیٹھو اگر
بعد خدا نے فرمایا کہ جب وہ توبہ کریں اور
نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو انکار ستم
چھوڑ دو۔

ملاحم صاحب تفسیر احمدی مین لکھتے ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ جب وہ جینے
جن میں لڑائی منع ہے اور جن میں غم
توڑنے والوں کو مارنا منع نہیں ہے
گزر جائیں تو ان مشرکوں کو جنہوں نے
تمہاری تقصیر کی ہے اور تم پر غلبہ کیا ہے
قتل کرو جہان او کو پاؤ مکہ کے باہر
یا مکہ کے اندر اور او کو بکڑو یعنی گرفتار
کرو اور او کو گمبہ یعنی او کو قید کرو اور
شہر وں پر تصرف کرنے مت دو اور
ہر جگہ او کی گمات میں بیٹھو یعنی ہر ستم
پر جب ہر وہ جانا چاہیں ہر جب وہ کفر سے
توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ

ملاحم صاحب تفسیر احمدی مین لکھتے ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ جب وہ جینے
معنی الا یہ اذا السالک الاشہ الحرم
القی ابیح فیہا لب انکین از یسبحوا
فاقتلوا المشرکین الذین یعصوکم
فظاہر علیہم حیث وجدتموہم
منحل او حرم وخذوہم ای سبھو
واحصروہم ای قیدوہم وامنعوہم
من التصرف فی البلاد واقعدواہم
صل مہد علی صل مہد وحتانہ
ترصدوہم فان تابوا عن الکفر و
اقاموا الصلوة واتوا الزکوۃ فخلو
سبیلہم ای فاطلوا عنہم الا سر

فكفوا عنهم ولا تغرضوا لهم ان الله غفور رحيم۔

دیوین تو اونکار ستہ چوڑو یعنی اونکی قید چوڑو و اور اون سے ہاتھ روک لو

اور اون سے کسی طرح کا تعرض مت کرو بیشک اللہ جو بخشنے والا مہربان ۔

ان تمام تفسیروں سے جو ہم نے بیان کیں بخوبی ظاہر ہے کہ اس آیت کے کسی لفظ سے بھی غلامی کے جواز پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

استنباط سوم۔ قوله تعالى والمحصنات من النساء لا ما ملکت ایما فکملح۔

استنباط چہارم۔ قوله تعالى وما ملکت یمینا مما افاء الله علیک ۔

ان دونوں آیتوں کا بیان ہم دو سکر باب میں بہ تحت بیان لفظ ما ملکت بخوبی کر چکے ہیں اور بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ ان آیتوں سے استرقاق پر استدلال کرنا محض غلطی ہے۔

استنباط پنجم۔ بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے کہ رسول خدا صلعم سے اس شہر کے مشرکوں کی نسبت بوجہ اگیا جن پر بنو ماریاجا وے اور اوسیمین اونکی عورتوں اور بچوں کو نقصان پہونچے تو حضرت نے فرمایا وہ بھی اونہی میں سے ہیں اور ایک

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اهل الدار يبيتون من المشركين فيصاب منهم اثمهم وذراريهم قال هم منهم وفي رواية هم من ابائهم۔

روایت میں ہے کہ یہ فرمایا کہ وہ بھی اپنے باپوں میں سے ہیں۔

طیبی نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے جو یہ فرمایا کہ

قوله هم منهم أي النساء والصبيان من الجبال
قال لقاضى الدبہ تحریر بسببهم واستقرأهم كما لو
أولاهم أهلها فهاجر وحاسر بهم جوارا وادان
قتل منهم في ظلة اتفاقا من غير قصد
وتوجه المقتله فهدر لاجرج في قتله
لأنهم أيضا كفار وإنما يجب التحريم
عزقت لهم حيث قيسر ذلك حتى لو
تدسسوا بنا لهم وذسار بهم لم ينال
بهم۔

وہ بھی اونہی مین سے ہیں اسکا مطلب
یہ ہے کہ عورتیں اور بچے بھی مردوں ہی
مین سے ہیں اور قاضی صاحب نے فرمایا
کہ اس سے مطلب پکڑ لینا اور اون کا
لوٹڈی وغلام بنالینا ہے اسطرح جسطرح
کہ دن کو کھلم کھلا جا کر اون سے لڑتے
یا یہ مطلب ہے کہ اگر دن مین کی کوئی عورت
یا اون مین کا کوئی بچہ اندھیرے مین اتفاقاً
سے بغیر قصد و ارادہ کے مارا جاوے

تو اس کے خون کا کچھ مواخذہ نہیں اور اس کے مار ڈالنے مین کچھ گناہ نہیں کیونکہ وہ
بھی کافر ہیں اور اس کے مارنے سے بچنا اسی وقت تک واجب ہے جب تک کہ بچنا ممکن
ہو مگر جبکہ وہ اپنے لڑکوں کو اور اپنے بچوں کو سب بٹالین تو اس کی کچھ سہ برداہ
نہ کی جاوے گی۔

استنباط ششم۔ ترمذی اور ابوداؤد مین یہ حدیث سمرہ بیٹے جندب سے بیان
عز سمرہ بن جندب عن النبی ﷺ
علیہ وسلم قال اقلوا شیوخ المشرکین
واستحیوا شرھم ای صیبا ھم۔
ہوئی ہے کہ بغیر خدا صلعم نے فرمایا کہ
بڑی عمر کے مشرکوں کو مار ڈالو اور ان کے
پٹھنوں یعنی بچوں کو زندہ رکھو۔

ملا علی قاری صاحب مرقاة میں اسکی شرح اسطرح پراقام فرماتے ہیں کہ حدیث میں
 قولہ شرخہم ایصیانہم تفسیر
 من الصحابی واحد الرواة ویؤیدہ
 ما فی النہایۃ الشرح الصغائر الذین
 لم یدرکوا ما تفسیر الاحیاء بالاشتراف
 فتوسع و مجاز و ذلک لان لغرض
 من استقوا لہم احیاء استقر قلوبہم و
 استخذلہم -

مگر بچوں کے زندہ رکھنے سے انکا لوٹنسی و غلام بنالینا مراد یعنی لفظ احیاء کے معنی
 میں توسع اور مجاز ہے کیونکہ مصورت میں انکے زندہ رکھنے سے گویا انکی خدمت
 اور رقیت کا زندہ رکھنا یعنی باقی رکھنا مراد ہے۔

ان دونوں استنباطوں کی نسبت ہمکو زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس
 لیے کہ ہر کوئی نفس حدیث سے جان سکتا ہے کہ اسکو رقیت سے کچھ علاقہ نہیں ہے
 اور حیطہ پر بعض نے اس سے استنباط کیا ہے خود علماء نے اسکو ٹیک نہیں سمجھا
 استنباط ہفتم بہت بڑا استدلال علماء اسلام کا جو از استرقاق پرفعل جناب رسول خدا
 صلعم ہے اگر یہ ہوتا مٹا و صدقنا ہمارے سرانگہوں پر کرکے ہوا سب اسے کہ جناب
 رسول خدا صلعم نے ایسا کیا انکار ہے۔

اس استدلال کی صحت یا غلطی تین امر کی بحث پر منحصر ہے اول اس پر کہ قرآن مجید میں جہاد کے قیدیوں کے لونڈی و غلام نہ بنانے کا کوئی حکم ہے یا نہیں کیونکہ اگر ہو تو اس کے برخلاف فعل رسول مقبول کیونکر ہوا ہوگا۔ دوسرے اس پر کہ اگر کوئی ایسا حکم قرآن مجید میں موجود ہو تو اس بات کو دیکھنا ضرور پڑے گا کہ اس کے بعد فعل رسول خدا صلعم کا کیا ہوا ہے کیونکہ یہی فعل منشاء استنباط مسئلہ شرعی ہو گا نہ اور کوئی۔ تیسرے اس پر کہ اگر کسی وقت کوئی فعل رسول خدا صلعم کا برخلاف اس حکم کے ہوا ہے تو وہ قبل اس کے ہوا ہے یا بعد اس کے کیونکہ اگر اس کا وقوع قبل اس کے ثابت ہو تو وہ فعل منشاء استنباط کسی مسئلہ شرعی کا نہیں ہو سکتا پس اگر یہ تینوں امر ہمارے ادعا کے مطابق تحقیق ہو جائیں تو یہ استنباط علماء اسلام کا بالکل غلط ہو جاوے گا اور ہماری فقہ کے فتاویٰ اور تمام کتابین بہت بلکی ہو جائیں گی اس لیے کہ انہیں بہت سے بابوں کی جو غلامی سے متعلق ہیں ضرورت نہیں رہنے کی چنانچہ ہر ان تین مطلبوں کو تین جدا جدا بابوں میں بیان کرتے ہیں

بانیخبر

اس بات کے بیان میں کہ قرآن مجید میں جہاد کے قیدیوں کے لونڈی و غلام نہ بنانے کا حکم موجود ہے جبکہ ہم آیت حریت کہتے ہیں
قال الله تبارك وتعالى - فاذا الفتيمة الذين كفروا فاضرب الرقاب حتى اذا

۱ اَلتَّحْنُوتُ وَهُمْ فَشَدَّ وَالْوَثَاقُ مَا مَنَعَهُ وَاَمَّا ذَلَا

اقتدا صاحب نے فرمایا ہے کہ جب تم مقابل ہو کافروں کے تو اونکی گردنیں کاٹو جب تک تم
اون پر گم سان کر چکو تو اونکو قید کر لو پھر قید کرنے کے بعد یا تو ان پر احسان رکھ کر یا اون
سے فدیہ یعنی چوڑائی لیکر چھوڑ دو۔

یہ آیت قرآن مجید کے چمیسویں سپارہ اور سورہ محمد میں موجود ہر آمین خدا تعالیٰ
نے لڑائی کے بعد قیدیوں کے چوڑ دینے کا صاف حکم دیا ہے اور لفظ اما اور انسا کا حصر
کے لئے آتا ہے یعنی عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی حکم اس طرح پر دیا جاوے
کہ یہ کر یا یہ کرو تو اون دونوں میں سے ایک کا کرنا ضرور ہوتا ہے اور اوکے سوا کسی
اور بات کے کرنے کا اختیار نہیں رہتا پس اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی
قیدی نہ قتل ہو سکتا ہے نہ لونڈی و غلام بنایا جا سکتا ہے اور بجز اسکے کہ مٹا یا ذلا چھوڑ
دیا جاوے اور کچلے اسکے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

علماء اسلام نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی معنی تسلیم کیے ہیں چنانچہ چند تفسیر میں
اس مقام پر بطور سند کے مضمون اور عبارت لکھی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ
ان معنوں سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

تفسیر مدارک اور تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ اونکو چھوڑ دو احسان رکھ کر قید کرنے کے	فاما مَنَعَهُ اَنْتَ اسر و هم و اما ذلاء
بعد یا چھوڑ دو و فدیہ لیکر لفظ مٹا اور ذلاء مفعول	مٹا و ذلاء منصوبان بفعلیہما مضمرین
ہیں جنکے فعل تمنون اور تشدون ہیں	

مخذوف ہیں اور معنی یہ ہیں کہ تیار کرنے کے بعد اوپر احسان رکھنے میں اور چھوڑ دینے میں اور فدیہ لینے میں اختیار ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ تیار کرنے کے بعد احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چھوڑ دینا ہے پس اگر تم ان پر احسان رکھو تو احسان ہے بغیر بدلے کے اور نہ چھوڑنا اور یا اون سے فدیہ لیلو۔

تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ احسان رکھنے یا فدیہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ یا تو تم اوپر احسان کرو یا فدیہ لیلو غرض کہ تیار کرنے کے بعد احسان رکھ کر چھوڑ دینے اور فدیہ لیکر چھوڑ دینے میں اختیار ہے۔

وهی فاما تمنون منا واما تقدون فداء والمعنی التخییر بعد الاستسیر بین ان تمنوا علیه فطلقوهم و بین ان تفادوهم

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ تیار کرنے کے بعد احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چھوڑ دینا ہے پس اگر تم ان پر احسان رکھو تو احسان ہے بغیر بدلے کے اور نہ چھوڑنا اور یا اون سے فدیہ لیلو۔

تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ احسان رکھنے یا فدیہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ یا تو تم اوپر احسان کرو یا فدیہ لیلو غرض کہ تیار کرنے کے بعد احسان رکھ کر چھوڑ دینے اور فدیہ لیکر چھوڑ دینے میں اختیار ہے۔

اس جگہ مخذوف ہیں معنی یہ ہیں کہ یا تو تم اوپر احسان کرو یا فدیہ لیلو اور احسان کرنے کو جو فدیہ لینے سے پہلے بیان کیا اس سے اس بات پر اشارہ ہے کہ نسبت مال

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ منا وفداء مصدر ہیں اور کنے فعل تمنون اور تقدون منا وفداء منصوبان لکونہما مصدر ہیں تقدیرہ فاما تمنون منا واما تقدون فداء وتقديم النفس على الفداء اشارة الى ترجيح حرمة النفس على طلب المال

والفداء یجوز ان یکون لا وان یکون
غیر من الاساری او شرط یشتراط علیہم
او علیہ وحده۔

مانگنے کے انسان کی بزرگی زیادہ ہو اور فیہ
مال ہی ہو سکتا ہو اور اسکی سوا قیدی ہی فدیہ میں
دیجا سکتے ہیں اور صرف کوئی شرط قبول

کر لینی ہی فدیہ ہوتا ہے یہ وہ شرط اون کا فزون نے قبول کی ہو یا صرف اسی قیدی
نے جسکو چوڑا جاتا ہے قبول کی ہو۔

زمانہ جاہلیت اور نیز کس قدر ابتداء سے زمانہ اسلام او قبل نزول اس آیت کے قیدیوں
کو مار ڈالنے یا لوٹ ڈی وغلام بنالینے یا احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چوڑ دینے کا رواج تھا
اور کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس آیت میں قیدیوں کی نسبت حکم نازل ہوا جس میں بجز
مزد و داء کے اور کوئی حکم نہیں ہے اور اسلئے قتل و استرقاق جایز نہ۔

اس آیت پر جو ایک نص صریح ناقابل التاویل ہے علماء اسلام نے متعدد طرح سے
بحث کی ہے چنانچہ ہم ادون تمام بحثوں کو معہ ادون کی تردید کے اس مقام پر لکھتے ہیں۔

بحث اول

متعلق زمانہ نزول آیت

یہ آیت سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہے اور ہم دعوے کرتے ہیں کہ سورہ محمد
مکہ میں زمانہ فتح مکہ یعنی سنہ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور اس دعوے کے ثبوت پر
تین قطعی دلیلیں ہیں۔

اول یہ کہ۔ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ بعض علماء کا قول ہے کہ سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکین نازل ہوئی ہے۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعد جنگ بدر نازل ہوئی ہے
چنانچہ تفسیر کبیر میں تحت آیہ کریمہ ما کان لنبی ان ینکولہ اسری۔ یہ قول ابن عباس
قال ابن عباس هذا المحکم انما
کان یوم بدر لان المسلمین کانوا
قلیلین فلما کثروا و اتوا قوی سلطانهم
انزل الله بعد ذلك فی الاثر اسری حتی
اذا اثنختموهم فشدوا الوثاق ما مافنا
بعد واما فداء حتی تضع الحرب
اثرها رہا۔

اور یہ قید کرنے کے بعد انکو احسان کر مگر یا فدیہ لیکر چھوڑ دو جب تک کہ اڑانی ہتیار رکھد
یعنی موقوف ہو جاوے۔

تیسرے یہ کہ علماء حنفیہ جو کہتے ہیں کہ یہ آیت بدر کی اڑانی میں اور تری تھی اسکی غلطی
کالشمس فی نصف النهار روشن ہے ایسے کہ پیغمبر خدا صلعم نے قیدیان بدر کو جو فدیہ
لیکھ چھوڑا تھا صحابہ سے صلاح و مشورہ کر کر چھوڑا تھا اگر انکی نسبت وحی آپہنچی ہوتی تو صحابہ
سے مشورہ کیوں کرتے علاوہ اسکے بدر کے قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑنے میں خدا تعالیٰ

کی بڑی خفگی ہوئی تھی اگر یہ آیت یعنی فدیہ لیکر چھڑنے کا حکم بدر کے قیدیوں کی نسبت نازل ہو چکا ہوتا تو خدا کی اس قدر خفگی کیون ہوئی چنانچہ یہ طلب مفصلہ ذیل حدیثوں میں مندرج ہے۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ جب جنگ بدر میں قیدی قال ابن عباس فلما اسروا الاسارى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا بئى بكم ما ترون فيه ولا الاسارى فقال ابو بكر يا بنى الله هم بنوا العم والعشيرة ارى ان تاخذ منهم فدية فتكوزن قوتة على الكف افعسى الله ان يهديهم للاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ترى يا ابن الخطاب قال قلت لا والله يا رسول الله ما ارى الذى ارى ابو بكر ولكن ارى ان تمكنا فنضرب اعناقهم فتكمن علينا من عقيل فنضرب عنقه وتمكنى من فلا نسبع لعم فاضرب عنقه فان هو لا

کچھ کہتے تو رسول خدا صلعم نے حضرت ابو بکر سے پوچھا کہ ان قیدیوں کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے حضرت ابو بکر نے کہا کہ اے پیغمبر خدا یہ لوگ چچا کے بیٹے اور کہنے کے بین میں سمجھتا ہوں کہ ان سے فدیہ لے لیا جاوے کہ اس کے سبب سے جھکو کافروں پر قوت ہی ہوگی اور شاید اللہ تعالیٰ ان کو مسلمان ہی کر دے اور اسکے بعد رسول خدا صلعم نے حضرت عمر سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے حضرت عمر نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میری تو رائے نہیں ہے جو ابو بکر کی رائے ہے بلکہ میری تو یہ رائے کہ اگر آپ اجازت

ایمۃ الکفر وصنادیدہا فہو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قال ابو بکر
 ولم یہوما قلت فلما کان من الغد
 جنت فاذا رسول اللہ صلی علیہ وسلم
 وابو بکر قاعدین وھما یبکیان قلت یا
 رسول اللہ اخبرنی من ای شئی تبکی انت
 وصاحبک فان وجدت بکاء بکیت
 وازل ما جد بکاء تباکیت لبا کما فقال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابکی
 الذی عرض علی صحابک من اخذھم
 الفداء۔ لقد عرض علی عذابھم ادنی
 من ہذہ الشجرة شجرة قریبة منی
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ عز وجل
 ما کان لابی ان ینزلہ اسری
 حتی ینزل فی الارض الی قولہ فکلوا
 غنمکم حلالا طیباً فاحل اللہ الغنیمۃ
 لھم۔

دین تو وہ اونکی گردن مار دین پس علیؓ کو
 اجازت دیجیئے کہ وہ عقیل کی گردن مارتے
 اور مجھ کو اجازت دیجیئے کہ میں فلاں شخص
 کی جو حضرت عمرؓ کا ہم جہی تھا گردن مار دوں
 کیونکہ یہ لوگ کفر کے پیشوا اور اس کے
 سردار ہیں۔ مگر جو کچھ کہ ابو بکرؓ نے کہا تھا
 اس کو رسول خدا صلعم نے پسند نہیں کیا اس کے
 دوسرے دن حضرت عمرؓ آئے رسول خدا
 صلعم اور ابو بکرؓ دونوں بیٹھے رو رہے
 تھے حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھ
 سے تو فرمائیے کہ کس بات سے آپ
 اور آپ کے دوست ابو بکرؓ رو رہے ہیں کہ
 اگر مجھ کو رونا آوے تو میں ہی روؤں اور
 اگر رونا نہ آوے تو آپ دونوں صاحبوں
 کے رونے پر بدرون ہی رسول خدا صلعم
 نے فرمایا کہ میں اس بات پر روتا ہوں
 جو میرے دوست نے مجھ سے کہی

قیدیوں سے فدیہ لینے میں مجھکو اذکار عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب دیکھا گیا اور اسکے بعد خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ نبی کو لایق نہیں ہے کہ وہ قیدی بنادے جب تک گھمان نہ کرے زمین پر اور اس آیت کا اخیر یہ ہے کہ جو کچھ لوٹ میں آیا ہے اُسکو کماؤ وہ حلال طیب ہے پس خدا تعالیٰ نے لوٹ کے مال کو حلال کر دیا ہے۔

تفسیر کبیر میں روایت لکھی ہے کہ جب پیغمبر صلعم نے صحابہ کی صلاح سے جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا تو آیت
 مآکان لنبی نازل ہوئی اور اسکے بعد حضرت عمر رسول خدا صلعم پر گھس گھس کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسول مقبول اور ابوبکر دونوں روہے ہیں حضرت عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھکو بھی بتائیے کہ آپ کیوں روہے ہیں اگر مجھکو بھی بتاؤ آؤں تو میں بھی روؤں ورنہ بسورون ہی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تیرے دوستوں پر بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر روتا ہوں مجھکو اذکار عذاب اس

دروسی انھم لما اخذوا الفداء نزلت
 هذه الاية (ماکان لنبی الخ)
 فدخل عمر علی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فاذا هو وابوبکر یبکیان
 فقال یا رسول اللہ اجبر فیہما ان
 وجدت بکاء بکیت والسم اجد
 تباکیت فقال ابکی علی اصحابک فی
 اخذھم الفداء ولقد عرض علی انھم
 ادنی منھذا الشجرۃ قریۃ منہ و
 نزل عذاب السماء لما یخامنه غیر
 عمر وسعد بن معاذ۔

درخت بھی زیادہ قریب دیکھا گیا اور اگر آسمان سے عذاب اترتا تو بجز عمر اور سعد بن معاذ

کے اوس عذاب سے کوئی نہ بچتا۔

بحث دوم

متعلق معنی حصہ

امام ابوحنیفہ صاحب توقید یون کا چھوڑنا کسی طرح پر جائز نہیں سمجھتے مگر امام شافعی صاحب اور امام احمد بن حنبل صاحب فرماتے ہیں کہ قید یون کا قتل کرنا بھی جائز ہے اور لونڈ و غلام بنانا بھی جائز ہے اور احسان رکھ کر اور فدیہ لیکر چھوڑنا بھی جائز ہے چنانچہ تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ شافعی اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ امام مختار ہے چاہے قید یون کو قتل کرے چاہے لونڈی و غلام بنائے چاہے احسان رکھ کر چھوڑ دے چاہے فدیہ میں مال لیکر یا مسلمان قیدیون کے بدلے چھوڑ دے۔ اور تفسیر معالم التنزیل میں

ثم الشافعي و احمد ابن حنبل يقولان
ان الامام مخير بين القتل والاسترقاق
والمزب الاطلاق والقداء بالمال
او باسارى المسلمين۔

لکھا ہے کہ اور لوگوں کی یہ رائے ہے کہ آیت مزدلفہ آیت محکم ہے اور جو مرد عاقل و بالغ کافرون کی طرف کے قیدین پڑیں اون کی نسبت امام کو اختیار ہے چاہے قتل کرے چاہے اون پر احسان کر کے بغیر کچھ پیسے چھوڑ دے چاہے فدیہ میں مال لیکر یا مسلمان قیدیون کے بدلے

وذهب اخرون ان الایة محكمة و الامام
بالخيار في الرجال العاقلين من
الكفار اذا وقعوا في الاسر بين ان
يقتلهم او يبيعهم فيطلقهم بلا
عوض او يفاديههم بمال او باسارى

المسلمین والیہ ذہب عمر وہ بہ قال
الحس۔ والعطاء واكثر الصحابة والعلماء
وهو قول الثوري والشافعي والمحدث واسحاق
قال ابن عباس لما اكثر المسلمون واشتد
سلطانهم انزل الله عز وجل في الاسارى
فاما منا بعد واما فداء وهذا هو الاصح
والاختيار لانه عمل به رسول الله صلعم
والخلفاء بعده۔

میں چوڑے (شکر خدا کا کہ اس رویت
میں لوٹدی وغلام بنانا نہیں لکھا) اور یہی
بات کو پسند کیا ہے عمر نے اور یہی بات کہی
ہے حسن نے اور عطاء نے اور عباس نے
صحابیوں اور عاملوں نے اور یہی قول
ہے ثوری کا اور شافعی کا اور احمد اور
اسحاق کا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ
جب سلمان بہت ہو گئے اور ان کا خوب غلبہ

ہو گیا تو اللہ عز وجل نے قیدیوں کے معاملہ میں یہ آیت اتاری کہ قید کرنے کے بعد یا تو
اون پر احسان رکھ کر یا کچھ چوڑائی لیکر چوڑے سے زیادہ صحیح یہی بات ہے اور اختیار
کرنے کے لایق ہے ایسے کہ رسول صلعم نے اور ان کے بعد صحابہ نے اسی پر عمل کیا
ہے جو کہ اس آیت میں استرقاق کا کچھ ذکر نہیں ہے اس لیے ہم اس پر زیادہ بحث
نہیں کرتے۔

جن بزرگوں نے قیدیوں کی نسبت چاروں امر یعنی قتل اور استرقاق اور سن اور
فدا جائز قرار دیے انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ تمام غزوات میں کیا کیا واقع ہوا اور اس سب
کو انہوں نے جائز قرار دیا مگر غرض اس پر کہنا تھا کہ جب قیدیوں کی نسبت خاص
حکم اچکا اس کے بعد کیا کیا ہوا اور یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ اس کے بعد بجز من و فدا اور

کے اور کچھ نہیں ہوا سہر حال منشاء ان اختلافات کا کچھ ہی ہو جبکہ مابعد کے عالموں نے ایسے میں یہ اختلاف دیکھا تو اپنے اپنے مذہب کی طرف اسی سے آئیہ کریمہ امانا بعد و اما فداء میں جو صریح حصے پر اوسپر کج بحثی شروع کی اور کہا کہ اس سے صریح امانا و انما للعصر و حالہم بعد الاسر غیر منحصر فی الامریہ بل یجوز فی القتل ولا استرقاق والعز والفضلاء نقول هذا الرشاد بذکر العام المجایز فی سائر الابتناء والا استرقاق وغیرہ مجایز فی اسراء العرب لان النبی صلعم کان معہم فلم یدکر الاسترقاق واما القتل فلان الظاہ فی المتن لا یما ولان القتل ذکرہ بقولہ و فضر بالرقاب فلم یبق الا الامران -

مراونین بے چارے کو تفسیر کہہ رہے ہیں لکھا ہے کہ امانا اور انما تو عصر کے لیے آتے ہیں اور کافروں کی نسبت اونکے قید ہونے کے بعد تو مرنے ہی دو باتیں یعنی ضرر و فدا نہیں ہوتیں بلکہ ان کا قتل اور اون کو لوٹدی وغلام بنالینا بھی اور ضرر و فدا بھی جایز ہے (یعنی اونکے عالموں اور مجتہدوں کی رائے میں) تو ہم یوں کہیں گے کہ اس آیت میں وہی باتیں بیان ہوئی ہیں جو تمام لوگوں سے متعلق تھیں اور عرب کی

قوم کو لوٹدی وغلام بنانا جایز نہ تھا (واضح ہو کہ یہ بیان بالکل غلط ہے) اس لیے کہ پیغمبر خدا صلعم اونکے ساتھ تھے اس لیے اس آیت میں لوٹدی وغلام بنانے کا ذکر نہیں کیا اور قتل کرنے کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس کے لیے کچھ زمانہ چاہیے اور اس لیے ہی نہیں ذکر کیا کہ خود اس آیت میں گردن مارنے کا ذکر آچکا ہے پس اب سب سے دو باتوں یعنی ضرر و فدا

کے اور کچھ نہ کرنے کے لایق باقی نہیں رہا تھا۔

جو لغویت کہ اس تقریر کی ہے وہ خود اس سے ظاہر ہے اول تو یہ کہنا غلط ہے کہ قوم عرب کا استرقاق ناجائز تھا اور بالفرض اگر کوئی قوم حکم استرقاق میں مستثنیٰ تھی تو اسکو مستثنیٰ کرنا تہانہ یہ کہ اس حکم کی بیان ہی کو متروک کیا جاتا اور انان کے سبب سے حکم قتل کا بیان نہ کرنا یا جو حکم قتل عدین لڑائی میں ہے اسکو بعد لڑائی کے قیدیوں کی نسبت منسوب کرنا ایسی لغو باتیں ہیں کہ کوئی اوپر التفات نہیں کر سکتا پس اس آیت سے بنص صریح ثابت ہے کہ قیدیوں کی نسبت جو حکم ہے وہ دو ہی باتوں یعنی مزد و فدا میں منحصر ہے اور اسلئے نہ وہ بعد قید ہونے کے قتل ہو سکتے ہیں نہ لوٹتی غلام بن سکتے ہیں۔

بحث سوم

نسبت معنی من و فدا

من کے معنی قیدیوں کو ادنیٰ احسان رکھنا اور فدا کے معنی کچھ لیکر چھوڑ دینے کے ہیں اور یہ ایسے معنی ہیں کہ کوئی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا تفسیر احمدی میں لکھا ہے

المن ان یترک لاسیر الکافور
غیر ان یؤخذ منه شیء و الفداء ان
یترک و یاخذ منه مالا و اسیر امسلا

کہ من کے معنی قیدی کا فدا کو بغیر کوچہ لے
چھوڑنے کے ہیں اور فدا کے معنی کچھ
مال لیکر یا مسلمان قیدی کے بدلے میں کافر
قیدی کو چھوڑ دینے کے ہیں۔

مگر بعض صاحبوں نے اس میں بھی بحث کی ہے چنانچہ تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ مجاہد

ونقل عنه (ای غریب آہد) اندھ چون
ان یكون المراد بالمرئ بترك القتل
واختیار الاسترقاق اوبالخلية وقبول
الجزية وبالفداء القدا باسارى المسلمين
لا بالمال ويكون ما باقيا وهذا
سرواية الطحاوى عن ابن حنيفة وهو
قولهما۔

سے یہی بیان ہوا ہے کہ ہو سکتا ہے
کہ احسان کرنے سے یہ مراد ہو کہ اون
کو غلام بنا کر جان سے نہ مارنے کا اور
احسان رکھا جاوے یا اون سے جزیرہ
لینا قبول کر کر اونکی جان چھوڑ دینے کا اس
رکھا جاوے اور بدلے میں چھوڑنے
سے یہ مراد ہو کہ مسلمان قیدیوں کے

بدلے میں چھوڑا جاوے نہ مال کے بدلے میں اور اس صورت میں یہ آیت بہ طور
عام اور بجاں رنگی یہ روایت طحاوی نے امام ابو حنیفہ سے نقل کی ہے اور صاحبین
کا بھی یہی قول ہے۔

تفسیر کشاف اور تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ احسان رکھنے سے یہ
مطلب ہو کہ اونکو غلام بنا لیا جاوے یہ
احسان رکھ کر کہ اونکو نہیں مار ڈالا یا جزیرہ
قبول کرنے اور ذمیوں کی طرح رہنے
پر احسان رکھ کر اونکی جان چھوڑ دی اور فیہ
لینے سے یہ مطلب ہو کہ مشرکین نے
جو قید کیے ہوں وہ اون قیدیوں کے

ویحوز ان یأد بالمرئ ان یمین
علیم بترك القتل واسترقاق الوین
علیم فیخلو القبولهم الجزية وكونهم
من اهل الذمة وبالفداء ان یفادی
باسارهم اسارى المشركین فقد
سروا الطحاوی مذہبا عن ابن حنیفة

والشہور انہ لا یری ظالم کمال ولا فایز
خیفۃ انعیود و ابا المسلمین۔

بدلے میں چٹائے لطاوی کہتا ہے کہ امام
ابو حنیفہ کا یہ بھی ایک مذہب تھا مگر مشہور

مذہب اؤ کا یہ ہے کہ وہ نہ مال لیکر اور نہ اور کسی طرح پر قیدیوں کا چوڑنا جائز سمجھتے تھے
اور ڈرتے تھے کہ وہ پھر مسلمانوں سے لڑنے کو نہ چڑھ آئیں۔

یہ تمام تاویلیں بلکہ تحریفیں صحیح معنوں کی غلط اور خیالی معنوں کی طرف ضربات
کی بیچ اور مذہب کی طرف ذاری اور تقلید کی گمراہی کے سبب سے کی گئی ہیں در نہ جو معنی آیت
کے ہیں اور جو معنی لفظ من و خدا کے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں اور ان کی ایک اور پوچ
تاویلیوں کو ہر کوئی کھواہل جانتا ہے اور جو کہ خود اون تفسیر وں میں ان تاویلیوں کو نہاتا
ضعیف و نامعتبر کر کر لکھا ہے اسلئے زیادہ بحث اس میں ضرور نہیں۔

بحث چہارم متعلق خاص ہونے اس آیت کے

اکثر علماء حنفیہ کا قول ہے کہ یہ آیت قید ریان بدر سے مخصوص ہے اس قول کی
عاطلی فاحش بحث اول سے بخوبی ثابت ہوتی ہے اسلئے کہ اس بحث میں ہم نے ثابت
کر دیا ہے کہ بدر کی لڑائی تک یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔

بحث پنجم نسبت منسوخ ہونے اس آیت کے

کوئی امام اس آیت کے منسوخ ہونے کا قائل نہیں ہے مگر علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ

حضرت امام ابو حنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے (معلوم نہیں کہ صحیح ہے یا نہ) اتہام ہے) اور اسلئے ٹھیک ٹھیک برخلاف اس آیت کے حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ قرار دیا جاتا ہے کہ قیدیوں پر نہ من ہو سکتا ہے اور نہ ان سے فدیہ لیا جاسکتا ہے اور بجز اسکے کہ وہ مار ڈالے جاویں یا لوٹڈی و غلام بناسیے جاویں اور کچھ چارہ نہیں چنانچہ تفسیر وعندنا (ای عند الحنفیۃ) حکمہم (ای حکم الاساری) القتل ولا استرقاق فقط والعز والقداء المذکوران فی هذه الاية منسوخان بآية القتل ولا استرقاق المذکورین فی بآیة لانہا من اخر ما نزل او مخصوصتان بکفار بدہر و یوئدہ مار دی عن مجاہد لیس الیوم من ولا قداء و هو المذہب الصحیح عن ابی حنیفۃ رحمہ

کہ وہ اون میں سے ہے جو اخیر کو نازل ہوئی ہیں یا یہ آیت کفار بدر کے ساتھ مخصوص ہے اور او کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو مجاہد سے بیان ہوئی ہے کہ اب منوف لاء نہیں ہے اور یہی صحیح مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے۔

اس مقام پر اتنی بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس بیان میں علانیہ و غلطیان میں اول

یہ کہ سورہ برات کی آیت میں جو عنقریب بیان ہوگی استرقاق کا مطاق ذکر نہیں ہے پس اس کا آیت استرقاق نام رکھنا محض غلط ہے دوسرے یہ کہ آیت قتل کو یا سورہ برات کو جو آخر ما نزل کہا ہے یہ بھی غلط ہے علماء کا قول ہے کہ سورہ برات یک سخت پوری اُتری ہے اس کے بعد کوئی پوری سورہ نہیں اُتری پس جتنی سورتیں کہ پوری پوری اُتری ہیں ان میں اخیر سورۃ البتہ اخیر ہے لا آخر ما نزل نہیں ہے قندہ۔

غرض کہ حسب طرح ان دو تفسیروں میں علماء حنفیہ کا مذہب نقل کیا ہے اس میں تفکیک و تفریق میں ہی لکھا ہے کہ اگر کوئی پوچھے کہ مشرکین کے قیدیوں کا کیا حکم ہے تو ہم کہیں گے کہ امام ابو حنیفہ اور اس کے پیروں کے نزدیک تو دو کاموں میں سے ایک کرنا ہے یا ان کو قتل کرنا ہے یا ان کو لونڈی و غلام بنالینا ہے دونوں میں سے جو کسی بات امام مناسب سمجھے اور من و فداء کے باب میں حنفی کہتے ہیں کہ بس یا اسلام قبول کرنا ہے یا گردن مارنی ہے۔

فان قلت کیف حکم الاسارى
المشركين قلت اما عند ابی حنیفہ و
اصحابہ فاحد الامرین اما قتلہم و
اما استرقاقہم ایہما ساری الامام
ویقولون فی السن والفداء انما
ھو الاسلام او ضرب العنق۔

تفسیر ضیاء میں بھی حنفیوں کا یہی مذہب لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک منسوخ (ای ہذا الایۃ) عند ابی حنیفہ حج او مخصوص بحرب بدر کے قیدیوں سے مخصوص ہے کیونکہ

منسوخ (ای ہذا الایۃ) عند
ابی حنیفہ حج او مخصوص بحرب بدر

فَانْهَم قَالُوا اَتَعِيزُ الْقَتْلَ وَلَا اسْتِقَان

خفی صفت قیدیوں کے قتل کرنے یا

لوٹڈمی وغلام بنالینے کے قایل ہیں۔

غرض کہ ان روایتوں سے خفیوں کا مذہب یہ معلوم ہوا کہ وہ آیت مزوفہ کا کو
منسوخ بتاتے ہیں پس اس امر پر بحث کرنے کے لیے اولاً اون آیات کو جنکو ناسخ قرار دیا
یا جنکا ناسخ قرار دینا ممکن ہے اس مقام پر نقل کرتے ہیں اور پھر جدا جدا ہر آیت سے بحث
کرتے ہیں کہ اون سے آیت مزوفہ کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اول آیت سورہ انفال۔ خدا تعالیٰ پیغمبر صاحب سے فرماتا ہے کہ جن سے تو نے

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ

عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ

فَمَا تَتْلِفُ لَهُمْ فِي الْحَرْبِ فَتَرُدُّهُمْ مِنْ

خَلْفِهِمْ لَعَلَّكُمْ يَذَكَّرُونَ۔

عمد کیا ہے ہر وہ ہر دفعہ اپنا عہد توڑتے

ہیں اور عہد توڑنے سے پڑھیں نہیں کرتے

پھر اگر تو اون کو لڑائی میں باوے تو ان

لوگوں تک کو جو اون کے پیچھے ہیں تڑپتے

کر دے شاید کہ وہ عبرت لے لیں۔

دوم آیت سورہ براءۃ۔ جن مشرکین عرب نے عہد شکنی کی تھی اونکی نسبت خدا تعالیٰ نے

فَاذْاٰنْطَحُوا لِحَرْمِ الْكَلْبِ

حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخَذُواْهُمْ وَاحْصَرُواْ

وَأَقْعَدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَانْزِلُواْ

وَأَقَامُواْ الصَّلَاةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَخَلُّواْ سَبِيلًا

اپنے نبی سے فرمایا کہ جب وہ مینے جن

میں لڑائی منع ہے گدجاوین تو مشرکوں

کو مارو جو ان پاؤ اور ان کو پکڑو اور گھیرو

اور بیٹھو اونکی گمات میں ہر گمات کی جگہ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ -

میں پہاگر وہ کفر سے توبہ کریں اور نماز

پڑھیں اور زکوٰۃ دین تو ان کا رستہ چھوڑ دو بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان -

سویم آیت سورہ بقرہ اللہ صاحب نے فرمایا کہ جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم ہی ان سے

وَقَاتِلُوْهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

خدا کی راہ میں لڑو اور زیادتی مت کرو

يَقَاتِلُوْكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست

الْمُعْتَدِيْنَ وَاَقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقَّفْتُمُوْهُمْ

نہیں رکھتا اور قتل کرو ان کو جس جگہ پاؤ

وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجْتُمْ وَاَلْفَنَّةٌ

اور نکالو ان کو جہان سے انہوں نے

اَشَدَّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تَقَاتِلُوْهُمْ

تم کو نکالو اور فساد کرنا قتل کرنے سے بھی

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى تَقَاتِلُوْكُمْ

زیادہ سخت ہے اور ان سے کعبہ کے پاس

فِيْهِ فَاِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاَقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ

مست لڑو جب تک کہ وہ تم سے وہاں نہ لڑیں

جَزَاءُ الْكَافِرِيْنَ -

پہاگر وہ تم سے لڑیں تو ان کو مارو یہی سزا ہے

کافروں کی -

چہارم آیت سورہ نسا۔ اللہ صاحب فرماتا ہے کہ کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم ہی ویسے

وَدَّالْكٰفِرُوْنَ زَكٰى كُفْرًا فَاقْتُلُوْهُمْ

ہی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہیں تو سب برابر

سِوَا فَلَاحُ تَتَّخِذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى

ہو جاؤ ان سے تم کو انہیں سے کسی کو اپنا دوست

يَهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ لَوْ لَوَّحْنَا

مست سمجھو جب تک کہ وہ خدا کی راہ میں ہجرت

وَاَقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا

کر کر نہ چلے آمین پہاگر وہ نہ مانیں تو ان کو

منہم ولیا ولا نصیرا۔

پکڑو اور او کو قتل کرو جہاں پاؤ اور دست

سمجھو اور ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار۔

پنجم آیت سورہ نساء۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب تم پاؤ گے اور لوگوں کو جو جانتے ہیں

کہ تم سے ہی امن میں رہیں اور اپنی قوم

سے بھی امن میں رہیں یہ ہیں حبیب اکسائے

جانتے ہیں فساد کرنے کو تو اس میں

پلٹ پڑتے ہیں پیر اگر وہ تمہارے ساتھ

فساد کرنے سے کنارہ کش ہوں اور تم

صلح کا پیغام نہ کریں اور اپنا ہاتھ نہ رکھیں

تو ان کو پکڑو اور او کو قتل کرو جہاں پاؤ اور دست

تنگو اور پیر تادی دلیل رو دشمن۔

ستجدون آخرین یریدون ان

یا منواکم ویا منوا قومہم کما سرچوا

الافتنة اسرکسوا فیہا فان لم یعتزلوا

ویلقوا الیکم السلمہ ویکفوا ایدیہم

فخذوہم واقتلوا ہم حیث تفتقتموہم

واولئکم جعلنا لکم علیہم سلطانا

مبینا۔

یہ وہ آیتیں ہیں جن سے کہا جاتا ہے کہ آیت منوف لا منسوخ ہو گئی ان آیتوں

میں مشرکین کے قتل کرنے کا حکم ہے پس اگر فرض کیا جاوے کہ یہ آیتیں آیت منوف

کی ناسخ ہیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ قیدیوں کا چوڑا ناجائز نہیں بلکہ قتل کرنا چاہیے مگر ان کا

لوٹہ سی و غلام بنانا ثابت نہ ہوگا اور یہ کو اسی میں بحث ہے کہ لوٹہ سی و غلام بنانا جائز نہیں

مگر ہم منہم سے اس پر اتفاق کرینگے بلکہ ثابت کر دینگے کہ ان آیتوں سے آیت منوف

کا منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

آیت سورہ انفال کی یہودی بنی قریظہ کے حق میں نازل ہوئی تھی جسے شہنشاہی
میں لڑائی ہوئی تھی۔ تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ جنگ کے لیے آیت سورہ انفال نازل

ہوئی وہ یہودی بنی قریظہ میں اودن سے
رسول خدا صلی اللہ وسلم نے عہد کیا تھا کہ
اونکے برخلاف اونکے دشمنوں سے مل
نہ جائیں ہر اودنوں نے مشرکین کو ہتیار
دیے اور مشرکین کی مدد کی اور کہنے لگے

وہم یہود بنی قریظہ عاہدہم
رسول اللہ صلی اللہ وسلم ان لا یملکوا
علیہ فاعانوا المشرکین بالسلاح و
قالوا ان سینا تم عاہدہم فیکفوا و ما لکم
علیہ یوم الخندق -

کہ تم بھول گئے اس پر دوبارہ اودن سے عہد کیا ہر اودنوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا اور جنگ
خندق میں مشرکین سے مل گئے۔

اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ وہ لوگ بنی قریظہ میں اودنوں نے

جو عہد کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سے کیا تھا اوسکو توڑ دیا اور بد کی لڑائی
میں آپ کے برخلاف مشرکین کو ہتیار
دیے اور مدد کی ہر کہنے لگے کہ ہم نے خطا
ہوئی ہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال ابن عباس اس ہم قریظہ فانہم
نقضوا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وما لکم علیہ المشرکین بالسلاح فی
یوم بدر ثم قالوا اخطانا فاعاہدہم مرۃ
اخری ففقدوا ایضا یوم الخندق -

اون سے دوسری دفعہ عہد کیا اور خندق کی لڑائی میں اوسکو بھی اودنوں نے توڑ دیا۔

پس جبکہ یہ آیت قبل نازل ہونے آیت ہنزہ کے نازل ہو چکی تھی تو اوسکی نسخ

کیونکر ہو سکتی ہے۔

علاوہ اسکے کوئی لفظ ہی آیت کا آیت منسوخ کر کے والا نہیں لفظ
فشرذہم منخلفہم۔ کی طرح اساری کے قتل پر او آیت منسوخ کر کے منسوخ ہونے
پر دلالت نہیں کرتا۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ لفظ فشرذہم کا مصدر تشرید ہے اور اسکے معنی بجو اس کر کر پراگندہ
التشرید عبارة عن التفریق مع
کر دینے کے ہیں اور عربی زبان کے محاورے
الاضطراب يقال فشرذہم فشرذہم
میں اسی طرح اسکا استعمال ہوتا ہے۔
وشرذہم و تشریداً۔

تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ تشرید کے معنی بجو اس کر کر تتر بتر کر دینے کے ہیں
التشرید تفریق علی اضطراب و
اور ابن عربی نے لفظ فشرذہم کو جو بے نقطہ والی
قری شذرذال بالذال المعجمة کانہ
وال سے ہے فشرذہم والی ذال سے
مقلوب شذر۔
پڑھا ہی گویا کہ فشرذہم شذر کا الٹا ہوا ہے۔

تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ ابن مسعود فشرذہم لفظ والی ذال سے پڑھتے تھے جبکہ
وقراء ابن مسعود فشرذہم بالذال المعجمة
معنی یہ ہیں کہ پراگندہ کر دے گویا کہ لفظ فشرذہم
بمعنی ففرق وکانہ مقلوب شذر
کا اولٹا ہوا ہے جیسے کہ عرب کے لوگ
منقولہم ذہبوا شذر مذہم ومنہ
کہتے ہیں کہ وہ لوگ متفرق متفرق ہو کر گئے
الشذر الملتقط من المعدن لفرقه۔
اور کان سے نکالی ہوئی چیز کو بھی شذر

کہتے ہیں کیونکہ وہ ہی کان سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

تفسیر مارک مین لکھا ہے کہ زجاج کا قول ہے کہ فشر بہم کے یہ معنی ہیں کہ ان کے
 شتر بہم قال النجاج افعل بہم ما
 ساتھ وہ کام کر جس سے ان کا کردہ متفرق
 ہو جاوے اور جنہوں نے وہ کام کیا ہو
 وہ تنہا رہ جاویں۔

اس لفظ کی اصلیت تحقیق کرنے کے بعد تفسیر یہ کہ یہ مین لکھا ہے کہ آیت کے معنی
 یہ ہیں کہ اگر لڑائی میں ان کافروں چڑھوں
 نے عہد شکنی کی ہے تو فتح پاوے تو
 ان کے ساتھ اس طرح پیش آکر جو لوگ ان کو
 پیچھے لگو ہیں وہ سب ڈر کر متفرق ہو جاویں
 عطا رکاز یہ قول ہے کہ اس سے مراد
 تھی کہ انہیں قتل عام کر دو اور بعضوں کو لکھا
 مراد یہ تھی کہ ان کو اس قسم کی سزا یا ذلت دو
 کہ ان کے بعد جب کو عہد توڑنے کا خیال ہو
 فمعنی لایۃ انک از ظفیرت فی
 الحرب بھوکۃ الکفار لذین ینقضون
 العہد فان فعل بہم فغلا یفرقہم من
 خلفہم۔ قال عطاء بن یحییٰ فیہم القتل
 حتی یخلفا فاک غیرہم وقیل کل بہم
 تنکیلا لیسرہ غیرہم منسب اقضی
 العہد لہام یدکر دن ذلک النکال
 فیمنعہم ذلک عن نقض العہد۔

سب متفرق ہو جاویں اور اس بات کا کہ شاید اس کو یاد رکھیں یہ مطلب ہے کہ شاید وہ
 لوگ جو ان کے سوا ہیں اس سزا یا ذلت کو یاد رکھیں اور یہ بات ان کو عہد توڑنے
 سے روکے۔

تفسیر کشاف میں ہی اس آیت کا یہی مطلب لکھا ہے کہ فشر دہم من خلفہم کے یہ معنی
 فشر دہم من خلفہم ففرق عن محاربتہ
 وہ ناصبتہم بقتلہم شرقلہ والنکایۃ فیہم
 من وراثتہم من الکفر حتی لا یجسر علیہ
 احادہم اعتبارہم واثاقا لہم۔
 دیکھ کر تجھ پر اہل نکر کے اور ان کے حال سے نصیحت پڑے۔

تفسیر معالم التنزیل میں بھی یہی مطلب لکھا ہے کہ فشر دہم من خلفہم کا مطلب
 فشر دہم من خلفہم قال ابن
 عباس فنکل بہم من وراثتہم و
 قال السعید ابن جبیر واندہم
 من خلفہم واصل التشرید التفریق
 والتہدید معناه فرقہم جمع کل
 ناقض للعہد ای افعل بہوکل الذین
 نقضوا عہدہ وجاوا لہم بالفعلا
 القتل والتکلیف ففرق منہ
 یخافہ من خلفہم من اہل مکہ
 والیمن۔

ابن عباس نے یہ کہا ہے کہ عہد توڑنے
 والوں کے بعد جو لوگ ہیں انکو بھی ذلیل
 کر دے اور عید ابن جبیر کا قول ہے
 کہ جن لوگوں نے ابھی عہد نہیں توڑا
 انکو ڈرا دے تشرید کے معنی اصل میں
 متفرق کر دینے اور تنبیہ کرنے کے ہیں پس
 معنی یہ ہوئے کہ تمام لوگوں کو جو عہد توڑنے
 کا خیال رکھتے ہیں متفرق اور پریشان
 کر دے اور جن لوگوں نے عہد توڑا ہے
 اور ان کے کو آئے ہیں ان کے ساتھ

قتل کرنے یا ذلیل و خوار کرنے سے اس طرح پر پیش آگے جو لوگ عہد توڑنے میں اُنکے پیچھے ہیں یعنی اہل مکہ و اہل یمن وہ بھی پریشان ہو جاویں اور ڈر جاویں۔

پس ان تمام تفسیروں سے ظاہر ہے کہ اس آیت میں کوئی ضمانت حکم قیدیوں کے قتل کرنے کا نہیں ہے بلکہ جو کافر عہد شکنی کر کے لڑنے کو آمادہ ہوئے اور ان کے ساتھ اس طرح پر پیش آنا فرمایا ہے جس سے اور ان کو عبرت ہو جاوے پس جبکہ اس آیت میں قتل کی تصریح نہیں ہے اور نہ قیدیوں کا ذکر ہے تو اس سے نص صریح آیت مزید خدا کی جو بالخصوص قیدیوں کیلئے ہے کیونکہ منسوخ ہو سکتی ہے۔

یہود بنی قریظہ نے خود اپنے تئیں اس شرط پر سپرد کیا تھا کہ جو سزا عہد شکنی اور لڑنے کی انکی نسبت سعد ابن سہاذ تجویز کرے وہ انکو دی جاوے اور رسول خدا صلعم نے اس بات کو قبول کر لیا تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود رسول خدا صلعم نے اس آیت سے یخیال نہیں فرمایا تھا کہ خواہ مخواہ انکے قتل ہی کا حکم ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ قتل ہوئے مگر نہ کسی حکم مخصوص اس آیت سے بلکہ سعد ابن معاذ کی پنچایت سے چنانچہ حدیث بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ابن سعید خدری نے روایت کی کہ

جب یہود بنی قریظہ نے سعد ابن معاذ کی پنچایت پر اپنے تئیں سپرد کر دیا تو رسول خدا صلعم نے سعد ابن معاذ کو جو وہاں سے پاس ایک جگہ میں تھے بلایا وہ کہہ

قال لما نزلت بنو قریظہ علی حکم سعد ابن معاذ بعث رسول اللہ صلعم و کان قریباً منہ فجاء علی حمار فلما دنا قال رسول اللہ صلعم قوموا الی

سیدکم فجاء مجلس الی رسول اللہ
صلعم فقال له ان هو کاعنزوا علی
حکمک قال فاذا حکم ان قتل المقاتلة
وان قسبی الذرية قال لقد حکمت
فیہم بحکم الملک۔

پرسوار ہو کر آئے جب کہ وہ قریب پہنچے
تو آنحضرت نے اوگون سے کہا کہ اپنے
سروار کے لیے کھڑے ہو جاؤ پھر سعد
ابن معاذ آئے اور پیغمبر خدا صلعم کے پاس
بیٹھے آپ نے اونٹ فرمایا کہ ان لوگوں

نے تمہاری بیچاریت پر اپنے تئیں سپرد کر دیا ہے سعد ابن معاذ نے کہا کہ میں یہ حکم دیتا ہوں
کہ جو لوگ انہیں لڑنے والے ہیں وہ تو قتل کر دیے جاویں اور انکے بچے قیدی
بنائے جاویں آپ نے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کے حق میں بادشاہ کا سا حکم دیا۔

اس تمام واقعہ سے جو اس حدیث میں مذکور ہے بخوبی ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کے
قتل کا کوئی حکم مخصوص نہ تھا۔ مگر بعض مکابریہ بحث کریں گے کہ اس حدیث کے اخیر میں
جو لفظ بحکم الملک ہے، اس میں یہ بھی روایات ہیں کہ وہ لفظ بحکم الملک ہے لام کے زبر سے
یعنی فرشتہ کے اور ایک روایت میں صاف ہے بحکم اللہ اور اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس کے قتل کا اور اس کے بچوں کو قیدی یا لونڈی وغلام بنالینے کا خدا کا حکم تھا مگر یہ
بحث بیجا ہے اس لیے کہ ہر گاہ خود وہ آیت موجود ہے اور اس میں قتل کا کوئی حکم موجود نہیں
ہے تو اختلاف روایت پر استدلال نہیں ہو سکتا معذالام کا زبر پڑھنا صریح شہدہ
تجنیس خطی ہے اور روایت بخاری کی اس میں زیادہ اعتبار کے لایق ہے اور جس
روایت میں لفظ اللہ کا ہے وہ صرف راوی کی سمجھ ہے کہ لفظ ملک بکسر لام سے وہ

خدا سمجھا اور مطابق اپنی سمجھ کے بجائے لفظ ملک بکسر لام کے لفظ اللہ کہہ دیا۔
 علاوہ اسکے تیس پر شامی مین لکھا ہے کہ منجملہ اساری بنی قریظہ کے زیر ابن باتا
 بھی تھا اوسنے ایام جاہلیت مین ثابت ابن قیس ابن شہات پر ایک احسان کیا تھا
 ثابت نے نبوض اور احسان کے اوکی جان بچانی چاہی اور رسول خدا صلعم سے عفت
 کی اور آنحضرت نے اوسکا قتل معاف کیا گو کہ بعد کو وہ اپنی خوشی سے خود مارا گیا لیکن
 سفارش سے اوسکا خون معاف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے
 اوسکے قتل کا حکم نہ تھا بلکہ صرف سعد ابن معاذ کی تجویز تھی۔

بہر حال یہودی قریظہ کسی طرح پر قتل ہوئے ہوں کہ جو حضرت یہ بحث ہے کہ اس آیت
 سے آیت مزید کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے یا نہیں سو یہ بات علامہ ثابت ہو گئی کہ
 کسی طرح اوسکا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا۔

آیت سورہ توبہ قبل فتح مکہ نازل ہوئی تھی تفسیر معالم التنزیل مین لکھا ہے کہ محمد	قال محمد ابن اسحاق ومجاهد وغیرہما
ابن اسحاق اور مجاہد دونوں نے کہا ہے	نزلت فی اہل مکة وذلک ان رسول
کہ یہ آیت مکہ والوں کے حق مین نازل	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاہد قریشاً
ہوئی ہے اور یہ بات اس طرح پر ہے	عام الحمد یبسیۃ علی ان یضو الحرب عشر
کہ رسول خدا صلعم نے حدیبیہ کی لڑائی	سنید میں من فیہا الناس ودخلت
مین قریش سے معاہدہ کیا تھا کہ دس برس	خزاعة فی عہد رسول اللہ صلعم ودخل
تک لڑائی نہ تھم جاوے کہ اوس مین لوگ	

بنو بکر فی عہد قریش شہ عدت
 بنو بکر علی خزاعہ فقاتلت منها و
 اعانہم قریش السدح فلما طاہم
 بنو بکر و قریش علی خزاعہ و نقضوا
 عہدہم خرہج عمر بن سالم الخزاعی
 حتی وقف علی رسول اللہ صلعم فقال
 انت ریشا اخلفوا فی الموالدا
 و نقضوا میثاقک الموکدا
 ہوا بیوتابا الحجیر ہجرا
 وقتلونا سکر کما سجد
 فقال رسول اللہ صلعم لانصر ان
 انصرکم و تجهز المکة سنة ثمان
 من الحجرة ففتح مکة -

امن سے رہیں اور بنی خزاعہ رسول خدا
 صلعم کے معاہدہ میں شامل تھے اور بنو بکر قریش
 کے معاہدہ میں شامل تھے پھر بنو بکر نے
 بنو خزاعہ پر زیادتی کی اور انکو قتل کیا اور
 قریش نے بتیار دیکر انکی مدد کی پس
 جبکہ بنو بکر اور قریش بنی خزاعہ پر غالب
 ہو گئے اور انہوں نے عہد توڑ ڈالا تو
 عمر ابن سالم خزاعی وہاں سے چلا اور
 رسول خدا صلعم پاس آیا اور سامنے کھڑے
 ہو کر اشعار پڑھے اور اپنا حال بیان کیا
 اوں ہی شعروں میں سے یہ دو شعر عربین
 جبکہ مضمون یہ ہے کہ قریش نے عہد

کی اور استحکم عہد کو توڑ دیا اور ہجیر میں ہمارے گھر میں کوٹ لیا اور کوٹ کو مع کرتے میں اور سجدہ
 کرتے میں یعنی نماز پڑھتے میں مار ڈالا رسول خدا صلعم نے یہ حال سنکر فرمایا اگر تم تمہاری
 مدد نہ کریں تو ہمارے کچھ مدد ہی نہیں کی چنانچہ شہ ہجری میں مکہ والوں سے لڑائی کا سامان
 کیا اور مکہ کو فتح کر لیا -

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت قبل فتح مکہ نازل ہوئی تھی اور ہمارے

اور ثابت کیا ہے کہ آیت منوف لا بعد فتح مکہ نازل ہوئی ہے پس یہ آیت اس کی
ناسخ نہیں ہو سکتی۔

بعض مکابر یہ بات کہیں گے کہ سورہ برات کے بعد کوئی سورہ نازل نہیں ہوئی اور
اس لیے سورہ محمد صلعم کا جبین آیت منوف لا ہی سورہ برات کے بعد نازل ہونا صحیح نہیں
ہے مگر یہ کہنا بالکل غلط ہے ایک حدیث میں ذکر آیا ہے کہ سورہ برات اون سورہوں کی
اخیر سورہ ہے جو پوری ایک فہم اُتری ہیں مگر اسکو بھی علماء نے تسلیم نہیں کیا اور اس حدیث میں شبہ کیا ہے چنانچہ
اپنے اس قول کی تصدیق کے لیے اس حدیث کو مع عالموں کی تشکیک کے اس مقام

پر نقل کرتے ہیں بخاری میں لکھا ہے کہ
برائے کہا کہ اخیر پوری سورہ جو
نازل ہوئی ہے وہ سورہ برات ہے
اور جس سورہ کا خاتمہ اخیر کو نازل ہوا ہے
وہ سورہ ناسر ہے۔ قسطلانی نے کہا کہ
یہ تو بڑی مشکل کی بات ہے اس لیے کہ سورہ
برات تو بڑی تھوڑی ہو کر اُتری ہے تو
اس حدیث کا مطلب سورہ برات کی بعض

في البخاري عن البراء قال اخر سورة نزلت
كاملة سورة براءة واخر سورة
نزلت خاتمة سورة النساء ويستفونك
في النساء قل الله يفيتكم في الكلاله -
في القسطاني استشكل هذا من حيث
انه نزلت شيئاً فشيئاً فالمراد بعضها
او معظمها والا فليها آيات كثيرة نزلت
قبل سنة وفاة النبوية -

آیتوں کا یا بڑی آیتوں کے اُترنے کا ہوگا کیونکہ سورہ برات میں بہت آیتیں ہیں جو
سال وفات نبوی میں نازل ہوئی ہیں۔

آب ہم اس بحث سے بھی قطع نظر کرتے ہیں اور اس بات پر غور کرتے ہیں کہ آیت سورہ برات سے آیت من و خدا منسوخ ہو بھی سکتی ہے یا نہیں اور کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہو سکتی۔

آیت سورہ برات میں دو جملے ہیں جسے آیت من و خدا کے منسوخ ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے اول فاقتلو المشرکین اور دوسرا حیث وجدتموہم مگر ان سے استدلال محض غلط ہے۔

اول جملہ فاقتلو المشرکین میں جو المشرکین کا لفظ ہے اس کا الف لام متفرق کا تو ہونا نہیں سکتا کیونکہ اگر استغراق کا ہو تو معنی یہ ہونگے کہ تمام مشرکوں کو مار ڈالو اول تو یہ ایسا حکم ہو گا جو طاقت انسانی بلکہ عادت انہی سے بھی خارج ہے دوسرے تمام احکام جزئیہ لینے کے اور صلح کرنے کے بالکل باطل ہو جاویں گے پس ضرور ہے کہ الف لام عہدی ہے پس اس آیت سے نص صریح آیت من و خدا کے منسوخ قرار دینے کو ضرور ہے کہ کسی نص صریح قرآنی سے یہ بات ثابت کی جاوے کہ المشرکین میں اساری مشرکین ہی داخل ہیں اور یہ ثابت نہیں تو دعویٰ نسخ باطل ہے۔

دوسرے جملہ حیث وجدتموہم کو اساری سے کچھ تعلق نہیں ہے زمانہ قدیم سے کعبہ کے اندر قتل و خونریزی منع تھی مگر جب مکہ پر چڑ بانی ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مشرک جہان ملیں یعنی حرم کے اندر یا حرم کے باہر انکو مارو پس اس جملہ کو قیدیوں کے قتل سے اور منسوخ ہونے آیت من و خدا سے کچھ تعلق نہیں ہے تمام تفسیروں میں یہی اس

جملہ کے یہی معنی لکھے ہیں چنانچہ تفسیر
بیضاوی میں لکھا ہے کہ عہد توڑنے والے

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ إِنَّمَا يَكُونُ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

منحل و حرم

مشرکین کو مارو جہاں پاؤ گعبہ کے اندر یا گعبہ کے باہر۔

تفسیر مبارک میں لکھا ہے کہ اون مشرکوں کو جنہوں نے تمہارا عہد توڑ ڈالا اور تم
سے لڑائی ٹھانی مارو جہاں پاؤ گعبہ کے
اندر یا گعبہ کے باہر۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ نَفَضُوا كَيْدَكُمْ وَ

ظَاهَرُوا عَلَيْكُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

منحل و حرم۔

تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ جن مشرکوں نے تمہاری نافرمانی کی ہے اور تم سے لڑائی
ٹھانی ہے اونکو مارو جہاں پاؤ گعبہ کے
اندر یا گعبہ کے باہر۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ عَصَوْكُمْ

فَظَاهَرُوا عَلَيْكُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

منحل و حرم۔

تفسیر کر شان میں لکھا ہے کہ مشرکوں کو مارو یعنی اونکو جنہوں نے تم سے عہد شکنی کی
ہے اور تم سے لڑائی ٹھانی ہے جہاں
پاؤ گعبہ کے اندر یا گعبہ کے باہر۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ نَفَضُوا كَيْدَكُمْ

و ظَاهَرُوا عَلَيْكُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ

منحل و حرم۔

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ کافروں کو مارو جہاں پاؤ گعبہ کے اندر یا گعبہ کے
باہر۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ فِي

حل او حرم۔

معنا ان تمام آیتوں میں جو مشرکین کے قتل کا حکم ہے وہ عین لڑائی کی حالت میں ہے اس سے اور آیت مندرجہ ذیل سے جو بعد ختم ہونے لڑائی کے اذن لوگوں سے علاقہ رکھتی ہے جو قید ہو گئے ہیں اور لڑنے پر قادر نہیں ہیں کیا تعلق ہے حکام حالات مختلفہ ایک دوسرے کے ناسخ نہیں ہو سکتے۔

آیت سورہ بقرہ بھی صلح حدیبیہ میں جو سنہ ہجری میں ہوئی تھی قبل نزول آیت مندرجہ ذیل نازل ہوئی تھی اور ایسے اوسکی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ تفسیر معالم التنزیل میں ابن عباس

سے روایت لکھی ہے کہ یہ آیت حدیبیہ

کی صلح میں نازل ہوئی ہے بات یہ

ہوئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع

اپنے اصحابوں کے جو جو وہ سو تھے عمرہ

کے لیے تشریف فرما ہوئے جبکہ حدیبیہ

میں پہنچے تو مشرکین نے مکہ میں آنے

سے روکا اور وقت اس بات پر صلح ہوئی کہ

اب کے برس تو رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم ہر جاوین اور اگلے برس ان کے لیے

تین دن تک مکہ غالی کر دینگے تاکہ وہ

عن ابن عباس فنزلت هذه الآية

فصلح الحدیبیہ وذلك ان رسول

الله صلى الله عليه وسلم خرج مع

اصحابه للعمرة وكانوا ألفاً واربعمائة

فساروا حتى نزلوا الحدیبیة فصلاهم

المشركون من البيت الحرام فصالحهم

على ان يرجع عامة ذلك على ان

يخلوا له مكة عام قابل ثلثة ايام

فيطوف بالبيت فلما كان العالم القابلة

تجهز به رسول الله واصحابه للعمرة

القضاء وخافوا ان لا تقى قریشہا
 قالوا وان یصلوہم عن البیت المحرام
 وکرہا صحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم قتلہم فی الشہر المحرام وفي الحرم
 فانزل اللہ تعالیٰ قاتلوہم فی سبیل
 اللہ یعنی محمدین الذین یقتلواکم یعنی
 قریشا ولا تعذبوا فباعتدوا بالقتال فی
 الحرم محمدین ان اللہ لا یحب المعتدین

خانہ کعبہ کا طواف کرین جب اگلا برس
 آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ
 قضا کے لیے سامان درست کیا اور اس بات
 کا خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ قریش اپنا اقرار پورا
 نہ کریں اور جو کہا ہے وہ نکوین اور مکہ میں
 جانے سے روکیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم کے اصحاب اور مہینوں میں
 جنہیں اطمانی منع تھی اور نیز مکہ میں لڑنا برا
 جانتے تھے پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ خدا کی راہ میں یعنی احرام باندھنے سے ہوئے
 اور لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں یعنی قریش سے اور تم زیادتی مت کرو کہ تم ہی حرم میں
 پہلے سے اطمانی شروع کر دو بیشک زیادتی کرنے والو نکو اللہ دوست نہیں رکھتا۔

قطع نظر اس بات کے کہ یہ آیت قبل آیت منوفہ کے نازل ہوئی تھی اس بات پہی
 غور کرنا چاہیے کہ اس آیت سے آیت منوفہ ا منسوخ بھی ہو سکتی ہے یا نہیں ہونا ظاہر ہے
 کہ کسی طرح منسوخ نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اس آیت میں جو حکم ہے وہ خاص اور اہل مکہ کے لیے
 ہے جو بظلمات عہد کے لڑنے پر تیار ہوں تمام مشرکین سے متعلق نہیں ہے پس قیدی جو
 بعد قید کے لڑنے پر قاعد زمین رہتے اس کو کین داخل نہیں ہو سکتے۔

بعض مکار کیا عجب ہے کہ لفظ حدیث ثقافتوہم سے آیت منوفہ کے منسوخ ہونیکے

امکان پر استدلال کریں (اگرچہ آج تک کسی عالم نے جسکے وہ مقلد ہیں استدلال نہیں کیا) (اسیے کہ گو تفسیر کشاف میں لکھا ہے
 اوجہ ۴ - کہ حیث ثققتوہم وجد تموہم فحل

جو حیث وجد تموہم کے ہیں یعنی اونکو مارو جہاں پاؤ کعبہ کے اندر یا کعبہ کے باہر ہیں
 اور تفسیر ون میں اس کے معنی ایسے لکھے ہیں جسے قیدیوں کا قتل کرنا بھی پایا جاتا ہے
 چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اخیر آیت سے کہ اونکو مارو جہاں پاؤ پہلی آیت
 واقتلوہم حیث ثققتوہم فحل لغت الایۃ
 لادلی بھذا الایۃ واصل الثقافۃ
 الحدق والبصرا بالامر ومعناہ اقتلوہم
 حیث ابصرتم مقاتلتہم وتمکنتم من
 قتلہم
 یعنی یہ کہ انہیں کو مارو جو لڑیں منسوخ ہوگئی
 (سبحان اللہ کیا عمدہ مذہب ہے حسین
 آیت کا شروع آیت کے اخیر سے منسوخ
 ہو جاتا ہے کلام الہی کا ہے کو ہوا ہنسی
 ٹھٹھا ہو گیا) ثقافۃ کے معنی کسی چیز کو غور
 و دیکھنے کے ہیں پس معنی یہ ہوئے کہ کافروں کے لڑنے والوں کو جہاں دیکھو اور اونکے

قتل پر قابو پاؤ مار ڈالو۔

اور تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ اونکو مارو جہاں پاؤ ثقف کے لفظ کے معنی پکڑ کر اور
 غلبہ کر کر پانے کے ہیں اور آیت میں جو یہ حکم ہے کہ اونکو نکالو جہاں سے اونہوں نے تمکو
 واقتلوہم حیث ثققتوہم وجد تموہم
 والنقف الوجود علی وجہ الاخذ والغلبۃ
 نکالا ہے اوس سے مراد کہ ہے اس آیت
 میں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے مکہ کے

واخرجهن من حیث اخرجکم ای من
مکہ وعلہم اللہ تعالیٰ فتح مکہ بھذا
الایۃ وقد فعل رسول اللہ علیہ وسلم
بمنزل یسلم منہم یوم الفتح۔

فتح ہونے کا وعدہ فرمایا اور جب مکہ فتح
ہوا تو پیغمبر خدا صلعم نے ان کے ساتھ جو
مسلمان ہوئے ایسا ہی کیا جیسا کہ اس
آیت میں لکھا ہے۔ پس ان دونوں تفسیروں

سے قیدیوں کا قتل کرنا جائز پایا جاتا ہے اور جب وہ جائز ٹھہرا تو آیت من وذلک کا منسوخ
ہونا لازم آگیا۔

مگر یہ تمام تقریر محض غلط اور بالکل دھوکا ہے۔ گرض کیا جاوے کہ اس آیت میں قیدیوں کے ہی قتل کا
حکم ہو تو ہر گاہ یہ آیت قبل آیت من وذلک نازل ہوئی ہو اور آیت من وذلک اس کے بعد تو آیت من وذلک
اسکی ناسخ ٹھہرے گی نہ یہ آیت۔ علاوہ اسکے کیا تعجب ہے کہ تفسیر کو جو قول مفسر یا رائے مفسر سے
زیادہ رتبہ نہیں رکھتی نص صریح قرآنی کا جسکے کلام الہی ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے ناسخ
قرار دیا جاوے۔ قطع نظر ان سب باتوں کے جو تفسیر آیت کی صاحب معالم التنزیل نے
کی ہے اس سے تو قیدیوں کا قتل کرنا پایا نہیں جاتا کیونکہ وہ یہ کہتا ہے کہ شروع آیت
میں یہ حکم تھا کہ جو لڑیں اون ہی کو مارو تو اس حکم سے یہ لازم آتا تھا کہ جب تک کوئی مشرک
پہلے وارنہ لے اوس وقت تک اوسکو نہ مارو اخیر آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ حکم ہوا کہ انکے
لڑنے والوں کو جہان دیکو مارڈالو انکے پہلے وار کرنے کے منتظر نہ ہو پس قیدی اس
تفسیر سے بھی خارج ہیں اسلیے کہ قید ہونیکے بعد ان میں لڑنے اور مقاتلہ کرنے کی طاقت
نہیں رہتی اور اسلیے وہ مقاتلہم کے لفظ میں داخل نہیں رہتے۔

صاحب تفسیر مہارک نے جو معنی ثقف کے گھرے ہیں اول تو وہ قابل تسلیم نہیں کیونکہ ثقف کے معنی پکڑ کر اور غلبہ کر کر پانے کے جو اسے بیان کیے ہیں جن سے قیدی پن نکلتا ہے اسکی کوئی سند نہیں ہے معذرا وہ صاف صاف قیدیوں پر دلالت بھی نہیں کرتے کیونکہ مقابلین کی نسبت بھی صادق آسکتے ہیں۔ قطع نظر ان سب باتوں کے اگر بالکل تقریر مخالفین تسلیم کر لی جاوے تو جو حکم اس آیت میں ہو وہ مخصوص اہل مکہ سے ہوگا جنکی نسبت متعدد احکام مخصوصہ صادر ہوئے تھے اور اسلیے عمومیت آیت من و خدا کا مخصوص ہوگا نہ مبطل اسلیے کہ آیت من و خدا عام ہے اور احکام عام کے برخلاف جو کوئی حکم خاص صادر ہوتا ہے تو وہ حکم خاص اس حکم کا مخصوص ہوتا ہے یا وہ حکم خاص اس حکم عام سے مستثنیٰ سمجھا جاتا ہے نہ اس حکم عام کا مبطل کیونکہ وہ حکم عام اپنے باقی افراد کے لیے بہ دستور نافذ و بحال رہتا ہے پس نتیجہ مخالفین کی تقریر کو تسلیم کرنے کے بعد بھی نیکیگا کہ تمام قیدیوں کو سوا سے قیدیان مشرکین مکہ کے یا احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چوڑ دوا اور ہمارا مطلب بھی اسقدر ہے۔

اب باقی رہ گئیں سورہ نسا کی آیتیں وہ بھی قبل فتح مکہ یعنی قبل نزول آیت من و خدا نازل ہوئی ہیں اور اسلیے اسکی ناسخ نہیں ہو سکتیں۔ علاوہ اسکے ان آیتوں میں بھی وہی لفظ حیت وجد تموہم ہے جسکی نسبت ہم اوپر بحث کر آئے ہیں کہ قیدیوں سے متعلق نہیں ہے اور اسلیے آیت من و خدا کا ناسخ نہیں ہو سکتا اور جو کہ علما خفیہ میں سے بھی کسی عالم نے ان آیتوں کو ناسخ آیت من و خدا نہیں کہا ہے اسلیے ہم کو بھی اور زیادہ بحث کرنیکی

کچھ ضرورت نہیں ہے۔

آج ہم آیت مرفوعہ کے غیر منسوخ ہونے کو ثابت کرنے کے لیے اور اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ قیدیوں کے ساتھ بجز من یا فدا کے اور کچھ نہیں ہو سکتا ایسی دلیل بیان کرنے پر متوجہ ہوتے ہیں جس میں کسی کو گفتگو کا محل نہ ہے گا اور وہ یہ ہے کہ بعد نزول آیت حریت کے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی قیدی کو قتل کیا نہ کسی کو لونڈی و غلام بنایا بلکہ سب کو بلا استثنائے احدی احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا اور اس سے ثابت ہوا کہ آیت من و فدا منسوخ نہیں ہوئی اور قیدیوں کا لونڈی و غلام بنانا جائز نہیں رہا چنانچہ ان جملہ امور کو باب آئندہ میں بیان کرتے ہیں واللہ المستعان۔

بائششم

اس باب کے بیان میں کہ بعد نزول آیت حریت کے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قیدی کو لونڈی و غلام نہیں بنایا

اگرچہ عرب میں زمانہ جاہلیت سے لڑائی کے قیدیوں کو قتل کرنے اور لونڈی و غلام بنالینے اور فدیہ لیکر اور احسان رکھ کر چھوڑ دینے کا رواج تھا اور جب تک کہ اسلام میں کوئی حکم نسبت قیدیوں کے نہیں آیا ایسا ہی ہوتا رہا لیکن بعد نزول آیت مرفوعہ کے (جس میں قیدیوں کی بابت احکام ہیں) جس قدر رغزوات ہوئے کسی غزوہ کے قیدی

لوٹدی وغلام نہیں بنائے گئے بلکہ احسان رکھ کر یا فدیہ لیکر چوڑ دیے گئے اور اسکے برخلاف رسول خدا صلعم نے کبھی نہیں کیا یہاں تک کہ اس دنیا سے حلت فرمائی دھڑا مآید در علیہ رحی الاسلام و هذا هو مذہب الاسلام اور یہی ہے مسئلہ مذہب اسلام کا اب ہم اپنے اس کلام کے اثبات کو ان غزوات کے قیدیوں کا جو بعد نزول آیت من وند اہوئے تھے ذکر کرتے ہیں۔

اول اساری بطن مکہ۔ انہیں دنوں میں جبکہ مکہ فتح ہوا اسی آدمی جو جبل تنعیم سے لڑنے کو اُترے تھے قید ہوئے اور جناب رسول خدا صلعم نے احسان رکھ کر سب کو چوڑ دیا۔

خود خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسکا ذکر فرمایا ہے کہ وہ خدا ہے جس نے روکے ہاتھ دھو الذی کف ایدہم عنکم و ایدیکم
عندہم بطن مکة من بعد ان اظفرکم
علیہم۔

کافرون کے تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے مکہ کے بچ پین بعد اسکے کہ فتح منہ کیا تم کو اونپر۔

صحیح مسلم کی حدیث میں بھی اسکا ذکر ہے اور انس سے روایت کی ہے کہ اسی آدمی مکہ عن انس ان ثنائین رجلا من اهل
مكة هبطوا على رسول الله صلى الله
عليه وسلم من جبل التنعيم متسلمين
يريدون غزوة النبي صلى الله عليه وسلم
فاخذهم سلفا فاستحياهم وفي رواية

والون میں رسول خدا صلعم سے لڑنے کو بل تنعیم سے اُترے پھر اونکو پکڑ لیا اسطرح
پر کہ اونہوں نے اپنے تین سپرد کر دیا پھر
اونکو زندہ رہنے دیا یعنی قتل نہیں کیا اور ایک
روایت میں ہے کہ اونکو چوڑ دیا پس یہ آیت

فَاعْتَقَهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَهُوَ الَّذِي
كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ
مَكَّةَ مِنْ عِبَادِنَ أَنْ أَظْفِرَكُمْ عَلَيْهِمْ -

اُتر ہی کہ وہ خدا ہے جس نے روکے ہاتھ کو
کے تم سے اور تمہارے ہاتھ اون سے
مکہ کے بیچ میں بھاڑ کے کہ فتح منہ کیا
تم کو اون پر -

تمام علماء اور مفسرین اور اہل سیر اس بات کے قائل ہیں کہ یہ لشکر کشی بعد فتح مکہ ہوئی
اور خود قرآن مجید کی آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے مگر بعض لغو روایتوں میں ہے کہ
یہ واقعہ حدیبیہ میں قبل فتح مکہ ہوا تھا لیکن جبکہ سب لوگ اوس روایت کو مردود جانتے ہیں
تو اس پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں -

دوم اساری غزوہ بنی خدیجہ - کرمانی کہتا ہے کہ یہ ایک قبیلہ ہے عبد قیس کا اور سیوطی
قال الکرماني في قبيلة مزعب القيس
قال السيوطي في التوشيح كان اليعث
اليوم في شوال عقيب الفتح -
نے توشیح میں کہا ہے کہ اونہر لشکر کشی
شوال کے حین میں مکہ فتح ہونے کے
بعد ہوئی تھی -

مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ خالد بن ولید تموز اس لشکر لیکر بنی خدیجہ پر جو عبد قیس کے
شمسریة خالد بن الوليد الى بنی
خزيمية قبيلة مزعب القيس اسفل
مكة على ليلة بناحية يلملم في شوال سنة
ثمان وهد يوم الغيصا بغنم عليه السلام
قبیلہ میں سے ہے مکہ کے کما تر ایک رات
کی راہ پر یلملم کی طرٹ شوال سنہ ہجری
میں غیصا کے دن روانہ ہوئے اون کو
رسول خدا صلعم نے عزی توڑ کر سپہرائیکے

ماخرج منہدم العری وھو صلعم مقیم
بمکة۔

بعد بھیجا تھا اور خود رسول خدا صلعم مکہ میں مقیم
تھے۔

اس غزوہ کی جو حدیث بخاری میں ہے اسکو ہم تو اپنے استنباط کے موافق سمجھتے ہیں اور
شاید ہمارے مخالف اسکو اپنے مفید سمجھیں اسلئے اسکو لکھ کر اپنے استنباط کا اثبات اور مخالفین
کے استدلال کی تردید کرتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ سالم نے روایت کی کہ اس کے باپ
نے کہا کہ پیغمبر خدا صلعم نے خالد بن ولید کو لشکر دیکر بنی خزیمہ پر بھیجا خالد نے اونکو کہا کہ تم

مسلمان ہو جاؤ تو ادون سے اسلما

کا لفظ تو اچھی طرح ادا نہ ہو سکا

صبا نا صبا نا کہنے لگے۔ پس خالد نے

اونکو قتل کرنا شروع کیا اور ہر ایک کا قریبی

اوسیکے سپرد کر دیا جب دوسرا دن ہوا تو خالد

نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو مار ڈالے

پس سالم کے باپ نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو

اپنا قیدی نہیں مارنے کا اور نہ میرے ساتھیوں

میں سے کوئی اپنے قیدی کو مارے گا جبکہ ہم

رسول خدا صلعم پاس آئے تو پہنچے ان سے

باتوں کا ذکر کیا یہ سنکر پیغمبر خدا صلعم نے اپنے

عز سالم عن ابیہ قال بعث النبی صلعم

خالد بن الولید الی بنی خزیمۃ فدعا

ہم الی الاسلام فلم یحسنوا انیت لو

اسلما فجعل یقولو صبا نا صبا نا فجعل

خالد یقتل ویاسر و دفع الی کل رجل

منا اسیرۃ حتی اذا کان یوم لخم

اصح خالد ان یقتل کل رجل منا اسیر

فقلت واللہ لا اقتل اسیرۃ ولا یقتل

رجل منا اصحابی اسیرۃ حتی قد منا

النبی صلعم فذکرنا لہ فرفع النبی صلعم

یدہ فقال اللہم انزل براء الیک مما

صنع خالد مرتین۔ ہاتھ اوٹھائے اور دو دفعہ کہا کہ بارخدا یا

جو کچھ خالد نے کیا ہے میں اپنی برائت تیرے سامنے اؤں سے ظاہر کرتا ہوں۔

ہمارے مخالف تو اس حدیث سے یا استدلال کرینگے کہ اس غزوہ میں جو بعد فتح
مکہ ہوا خالد نے قیدیوں کو قتل کیا اور انکے قتل کا حکم دیا پس معلوم ہوتا ہے کہ آیت مرفوعہ
منسوخ ہو چکی تھی یا اس سے صرف مرفوعہ امین حصر مقصود نہ تھا۔

مگر یہ دلیل دو وجہ سے غلط ہے اول تو خالد کا فعل ناسخ آیت قرآنی نہیں ہو سکتا
دوسرا اور بہت سے اصحابوں کا جو خالد کے ساتھ تھے قیدیوں کے قتل سے انکار
کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نزول آیت مرفوعہ سے واقف تھے اور کیا عجب ہے
کہ اس وقت تک حضرت خالد واقف نہ ہوئے ہوں اس لیے کہ ابھی آیت کو نازل ہوئے صرف کئی دن
ہوئے تھے اور خالد بن ولید اون دنوں میں لڑائیوں میں مصروف تھے۔

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جن لوگوں نے قیدیوں کے قتل سے انکار کیا انکو صبا نا کے
لفظ سے اس بات کا شبہ ہوا تھا کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے کیونکہ اگر وہ انکو مسلمان سمجھتے تو
قید ہی کا ہے کو کرتے۔

کیا لطیفہ ہے کہ خالد سے اس غزوہ میں دو قصور ہوئے تھے ایک یہ کہ صبا نا کے لفظ
سے جو مقصد اون لوگوں کا تھا وہ نہ سمجھے دوسرا یہ کہ قیدیوں کے قتل کا حکم دیتا تھا اسی لیے
دو دفعہ رسول خدا صلعم نے خدا کے سامنے اپنی صفائی خالد کے کام سے عرض کی۔

غرض کہ یہ واقعہ اس وجہ سے کہ خلافت مرضی رسول خدا صلعم کے ہوا اور حضرت نے اپنی نافرمانی

اوس سے ظاہر کی ہمارے استنباط کا مثبت اور مدد و معاون ہے اور ہمارے مخالفوں کے مفید نہیں۔

سوم اساری ہوازن۔ ہوازن کے قیدیوں کو رسول خدا صلعم نے احسان رکھ کر اور جو لوگ احسانا چھوڑنا نہ چاہتے تھے انکو اذکافدیہ دیکر چھوڑ دیا اور اس سے ثابت ہو گیا کہ غازیوں کا جنہوں نے کافروں کو قید کیا ہو بجز فدیہ لینے کے اور کچھ حق قیدیوں پر نہیں ہے۔

اساراے ہوازن کا ذرا لمبا قصہ ہے چند حدیثوں میں بھی وہ قطعہ مذکور ہے اور میر کی کتابوں میں بھی اوسکی روایتیں ہیں اور اون میں بہت باتیں ہمارے استنباط کی معاون ہیں اور بعض الفاظ ایسے ہیں جنکو ہمارے مخالف اپنے مفید سمجھتے ہوں گے اس لیے اولاً اون تمام حدیثوں اور روایتوں کو یکجہ لکھتے ہیں اور ہر اذن سے جو کچھ استنباط ہوتا ہے اوسکو بیان کرتے ہیں۔

ستیر ہشامی میں لکھا ہے کہ تمام قیدی اور مال جو خنین کی لڑائی میں ہاتھ آیا تھا	ثم جمعت الی رسول اللہ صلعم سبایا
رسول خدا صلعم پاس جمع کیا گیا اور غنیمت پر مسعود بن عمر الغفاری متعین تھے	حنین و اموالہا و کان علی المغانم
اور رسول خدا صلعم نے تمام قیدیوں کو اور مال	مسعود بن عمر و الغفاری و امہ رسول
کو جمع کرنا میں لہجائے حکم دیا اور وہیں وہ	اللہ صلعم بالسبایا و الاموال اطاحی عنانہ
رکھے گئے۔	فجست بھا۔

اور سیرت محمدی میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے قیدیوں کے اور لوٹ کے مال

وامر رسول الله ﷺ يجمع السبي والغنائم
 فجمع ذلك كله وحدره الى الجعرانة
 فوقف بها الى ان انصرف رسول الله
 من الرضا لفت وكان السبي ستة
 آلاف راس + + + +
 اخرج البخاري في تاريخه والبقوى
 عن هزيل بن مرقاء وقال في
 الاصابة اسنادا حسن ان رسول
 الله صلعم امره ان يحبس السبي او
 الاموال يوم حنين بالجعرانة حتى
 يقدم عليه والجعرانة بسكون العين و
 تخفيف الرء + + + +
 واخرج ابن عساکر في تاريخه عن
 ابن المسيب ان رسول الله صلعم سبي
 يوم حنين ستة آلاف من غلام و
 امرأة -

جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ سب جمع کر گئے اور
 جعرانہ میں بھیج دیئے گئے اور رسول خدا صلعم کے طائف
 سے مراجعت فرمانے تک وہیں رہے اور
 قیدی چھ ہزار آدمی تھے اور بخاری نے
 اپنی تاریخ میں اور بقوی نے ہزریل ابن
 ورقاء سے یہ روایت کی ہے اور اصابہ
 میں لکھا ہے کہ اسکی سند اچھی ہے کہ
 رسول خدا صلعم نے اپنے تشریف لانے
 تک قیدیوں کے اور مال کے جعرانہ میں
 رہنے دینے کا حکم دیا تھا۔ اور ابن عساکر
 نے اپنی تاریخ میں سب سے یہ روایت کی
 ہے کہ رسول خدا صلعم نے حنین کی لڑائی
 میں چھ ہزار لڑکے اور عورتیں قید کی
 تھیں۔

بخاری میں اسی واقعہ کی بابت یہ حدیث ہے کہ جب ہوزان کے لوگ مسلمان ہو کر

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام
 حیزباً وفداً ہوا نزل من مسلمین فبالوہ
 ان یرد الیہم اموالہم وسببہم فقام
 لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 معی من ترون واحب الہد یث الی
 اصداقہ فاختراد احدی الطایفتین
 اما السبی واما المال وقد کنت استانیت
 بکم وکان انظرہم رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم بضع عشرۃ لیلۃ حیز قفل
 من الطایف فلما بین لہم ان رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم غیر راد الیہم الا
 احد الطایفتین قالوا فانا نختار سببنا
 فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
 المسلمین فانتی علی اللہ بما ہوا لہ ثم
 قال اما بعد فان اخوانکم قد جاءوا ثانیین
 وانتم تدرا ان ارد الیہم سببہم
 فمن احب منکم ان یطیب ذلک فلیفعلہ

آئے اور رسول خدا صلعم سے سوال کیا
 کہ اون کا مال اور اون کے قیدی اون کو پیر
 دیے جاویں تو رسول خدا صلعم کھڑے
 ہوئے اور اون سے فرمایا کہ میں پسند
 کرتا ہوں جو تم چاہتے ہو مگر ٹھیک بات
 کہدینی مجھے پسند ہے تم دونوں میں سے
 ایک چیز اختیار کر لو یا تو قیدی ہی لے
 یا مال ہی لے لو میں بیشک تم سے انس
 رکھتا ہوں رسول خدا صلعم نے طایف
 سے ہر کدوس سے بھی زیادہ رات تک
 ان لوگوں کے آنے کا انتظار کیا تا
 غرض کہ جب اون لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ
 رسول خدا صلعم دونوں چیزیں نہیں بھیجے
 بلکہ اون میں سے ایک دیں گے تو اونوں
 نے کہا کہ ہم قیدیوں کو چاہتے ہیں پس
 رسول خدا صلعم مسلمانوں کے پیچ پین کھڑا
 ہوئے اور خدا کی تعریف کی جگادہ مستحق

ومن احب منکم ان یکون علی حظه حتی
 نعطیه ایاة من اول ما یدفی الله علینا
 فلیفعل فقال الناس طیبنا ذلک
 یا رسول الله فقال رسول الله صلی الله
 علیه وسلم انا لا قدری من اذن منکم
 فی ذلک منکم یا اذن فارجعوا حتی یفرغ
 الینا عرفاؤکم امرکم فرجع الناس فکمکم
 عرفاؤهم ثم رجعوا الی رسول الله صلی الله
 علیه وسلم فاخبروه انهم قد طیبوا و
 اذنوا هذ الذی بلغنی عن سید
 ہوازن -

ہے یہ خدا کی تعریف کے بعد فرمایا کہ یہ
 تمہارے بھائی تو یہ کر آئے ہیں اور میں
 چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی اور نکو پیہرون
 پس جس کسی کو یہ بات اچھی لگے وہ کرے
 اور جو شخص چاہے کہ اپنا حصہ نچوڑے
 تو وہ ویسا کرے یہاں تک کہ دیا جاوے گا
 اور کا حق اوس مال سے جو سب سے او
 خدا ہکو دے گا گو کون نے عرض کیا کہ ہم پہن
 کی بات کو پسند کرتے ہیں رسول خدا صلی
 نے فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کہ کس نے
 ہم میں سے ایک بات کی اجازت دی

اور کس نے نہیں دی تم جاؤ تاکہ تمہارے مکینا یہ بات آنکر کہیں سب لوگ گئے اور اپنے
 اپنے سرگروہوں سے کہا یہ وہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پاس آئے اور اطلاع کی کہ سب لوگ
 پسند کرتے ہیں اور اجازت دیتے ہیں یہ قصہ ہوا اذن کا ہے جسکی اطلاع ہکو ہوئی ہے۔

سیرت ہشامی میں اس قصہ کو اس طرح پر لکھا ہے کہ بارادہ جہاد تشریف لینگے رسول اللہ
 ثم خرج رسول الله صلی الله علیہ وسلم جبکہ مراجعت فرمائی آپ
 انصرف عن الطائف علی حین حتی
 نے طائف سے اوپر و خناس کے پہاں تک

نزل الجعرانة فيمن معه من الناس
 ومعه مرهوازن سبب كثير وقد
 قال له رجل من اصحابه يوم طعن ثقيف
 يا رسول الله ادع عليهم فقال رسول
 الله صلعم اللهم اهد ثقيفا وائت بهم
 ثم اتاه وفد هوازن بالجعرانة
 وكان مع رسول الله صلعم من سبي
 هوازن ستة آلاف من الذراري
 والنساء ومن الابل والاشياء ما
 لا يدرى ما عده قال ابن اسحاق
 فحدثني عمر بن شعيب عن ابيه عن
 جده عبد الله بن عمر وان وفد هوازن
 اتوا رسول الله صلعم وقد اسلموا فقالوا
 يا رسول الله قد اصابنا من البلاء ما لم
 يحلف عليك فامنر علينا من الله حليف
 قال ابن اسحاق فحدثني عمر بن شعيب عن
 ابيه عن جده عبد الله بن عمر قال

کہ پہونچے آپ جعرانہ میں معہ اپنے ہمراہوں
 کے اور آپ کے ساتھ قوم ہوازن کے
 بہت سے قیدی تھے اور جب آپ نے
 بنی ثقیف سے لڑنے کے لیے سفر کیا
 تو اس سفر میں آپ کے صحابہ میں سے
 کسی نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ آپ اس
 قوم کے لیے بد دعا فرمائیے چنانچہ
 آنحضرت نے فرمایا تھا کہ اللہ ہدایت
 کر قوم ثقیف کو اور مطیع کر دے اسکو چنانچہ
 آیا ایک گروہ ہوازن کا مقام جعرانہ میں
 اور آنحضرت کے ساتھ قوم ہوازن کے
 قیدیوں میں سے چہ ہزار بچے اور عورتیں
 تھیں اور اونٹ اور اور چیزیں اس قدر
 تھیں جنکی کچھ شمار نہ تھی کہا اسحاق نے
 پر بیان کیا مجھ سے عمر بن شعیب نے اپنے
 باپ سے سنا کہ اور اس کے باپ نے اپنے
 باپ سے سنا کہ جب کا نام عبد اللہ بن عمر ہوتا یہ

فقال رسول الله صلعم ابناكم ونساء
 کم احب الیکم ام امو الکم فقالوا یا
 رسول الله خیرتنا بین اموالنا ولحائبنا
 بل قرد الینا نساءنا و ابنا نأفھو احب
 الینا فقال لهم اما ما کان لی ولبنی
 عبدالمطلب فھوکم و اذ اما انما صلیت
 الظھر یا لانا ففقموا فقولوا اننا
 نستشفع برسول الله الی المسلمین و بالمسلمین
 الی رسول الله فی ابنا ننا و نساءنا
 فناء عظیمک عند ذلک و اسألکم فلما صلی
 رسول الله صلعم بالناس الظھر قاموا
 فتکلوا بالذی امرھم بہ فقال رسول
 الله صلعم اما ما کان لی ولبنی
 عبدالمطلب فھوکم فقال المھاجرین
 ما کان لنا فھو لرسول الله صلعم فقا
 لا فزع بنحائبس اما اننا و بنو تمیم فلا
 قال عیینة بن حصن و اما اننا و بنو فزارة فلا۔

کہ گروہ ہوازن کا آیا رسول خدا کے پاس اور
 سب نے اسلام قبول کر لیا تھا اور کہا اوس
 گروہ نے کہ یا رسول اللہ جو کچھ ہم پر مصیبت
 پڑی وہ آپ کے کیا پو خیدہ ہے پس آپ
 ہم پر احسان کر دینا اللہ آپ کو اسکا عوض دے گا
 کما ابن اسحاق نے پس روایت کی مجھ
 سے عمر بن شعیب نے اور اس سے اسکے
 باپ نے اور اسکے باپ سے اسکے دادا
 نے جبکہ نام عبد اللہ بن عمر تھا کہ فرمایا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون لوگوں
 سے آیا کہ تم لو اپنی اولاد اور عورتیں زیادہ
 پیاری ہیں یا مال زیادہ پیارا ہے پس
 انھوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ مخیر
 کر دیا آپ نے ہم کو ہمارے مال میں اور
 ہمارے بچے اور عورتوں میں پس آپ ہم کو ہمارے
 عورتیں اور بچے ہی غنایت کیجیو کیونکہ
 وہی ہم کو زیادہ پیارے ہیں پس آپ نے

وقال عباس ابن مرداس اما انا وبنو
 سلیم خلا۔ قالت بنو سلیم بلم امان
 لنا فهو لرسول الله صلعم۔ قال يقول
 عباس لیس نے سلیم وھنتون ففتال
 رسول الله صلعم اما من تسانك بحقه
 مھذا السب فسله بكل سمت
 فرائض من اول سبی اصبیه فردا
 الناس ابناءهم وناھم۔ قال بن
 اسحق وحدثني ابو جرة زيد بن عبد
 السعدي ان رسول الله صلعم اعطى
 علي بن ابي طالب (رضه) جارية
 يقال لها ريط بنت هلال بن حيان
 بن عميرة بن هلال بن فاصرة بن
 قصية بن نصر بن سعد بن بكر۔
 واعطى عثمان بن عفان جارية يقال لها
 زريب بنت حيان بن عمر بن حيان۔
 واعطى عمر الخطاب جارية فوهها

ارشاد فرمایا کہ جو میرے اور اور بنی مطلب کے
 حصّہ میں ہیں وہ تو ہمنے مکھو عطا کین اور
 اور باقی کی نسبت یہ باسے کہ جب میں
 ظہر کی نماز پھا عسے اور کروان اور ب
 لوگ موجود ہوں او وقت تم اس بات کی
 التجا کرنا اور یہ کہنا کہ ہم شفع لائے بین اللہ
 کے رسول کو مسلمانوں کے پاس اور مسلمان
 کو اللہ کے رسول کے پاس ہیچ چھوڑنے
 اپنی عورتوں اور بچوں کے پس میں ہی مکھو
 تمہاری عورتیں دے دوں گا اور اوروں سے
 ہی تمہارے لیے سعی کروں گا اور کہہ سنکر
 دلو اور دنگا پس جب نماز پڑھی رسول خدا نے
 جماعت سے ظہر کی نوکھڑے ہوئے وہ لوگ
 اور جیسا آپ نے تلقین کر دیا تا او س طرح
 اونہوں نے عرض کیا پس فرمایا انھن فریے
 کہ جو میرے اور اور بنی مطلب کے حصّہ میں
 ہیں وہ میں مکھو میں پس کما مہاجرین نے

لعبد الله بن عمر ابنه - قال ابن اسحق
 فحدثني نافع مولى عبد الله بن عمر
 عن عبد الله بن عمر قال بعثت بها
 الى اخواني من بني جهم ليصلحوا
 بزمناها حتى اطوت بالبيت ثم اتيتهم
 وانا اسر يدان اصيها اذا رجعت اليها
 قال فخرجت من المسجد حين فرغت فاذا
 الناس يشتمون قلنا ما شأنكم قال
 سر علينا رسول الله صلعم نساء واولادنا
 فقلت لكم ما حبتكم في بني جهم
 فاذهبوا فخذواها فذهبوا اليها
 فخذواها - قال ابن اسحق واما عينة
 بن حصنف اخذها عجمنا من عجمنا
 هو ابنه وقال حين اخذها اري عجمنا
 اني لا احب لها في الحسب والعسى
 ان يعظم فذاها فلما رده رسول الله صلعم
 اليها يا بست فلما رده اليها ان يرد لها فقا

کہ یا رسول اللہ جو ہمارے حصّہ میں ہے
 وہ بھی اچکا ہے پس کہا اقرع بن حابس نے
 کہ یا رسول اللہ ہم اور بنو قسیم ندینگے اور
 عینہ بن حصن نے کہا کہ ہم اور بنی فزازہ
 ہی ندینگے اور عباس ابن مرداس نے
 کہا کہ ہم اور بنو سلیم ہی ندینگے مگر بنو سلیم
 نے کہا کہ ہمیں جو ہمارا حصّہ ہے اس کے
 مالک آنحضرت ہیں کہا راوی نے کہ عباس
 ابن مرداس بنی سلیم سے کہتا تھا کہ تنے
 میری بات کو پست کر دیا پس فرمایا رسول اللہ
 نے جس شخص نے ان قیدیوں میں سے
 اپنا حق لے لیا ہے اور وہ واپس کر دیا
 اس کو میں بدلے اس کے حصّہ کے برابر چہرہ
 اونٹ اس غنیمت میں سے دوں گا جو ب
 سے پہلے میرے ہاتھ لگے گی پس پیر دو
 اون لوگوں کے بچے اور عورتیں - کہا
 ابن اسحق نے اور روایت کی مجھ سے ابو جریج

لہ نہ ہیر ابو صر د خذھا عنک فواللہ
ما فوھا بیارح ولا تدیھا بناھد ولا یطنھا
بولد ولا تزوجھا بواحد ولا درھا بماکد
فردھا بست فزایض حیضت ال لہ نہ ہیر
ما قال فزعموا ان عینۃ لقوات رع بن
حابس فشک الم الیہ ذلک فقال اناک
واللہ ما اخذتھا بیضاء عسزینۃ ولا نصفاً
وثیرۃ۔

یزید بن عبد السعدی نے یہ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ
کو ریضہ نام ایک لوٹھی ہلال ابن حیان
بن عمرہ بن ہلال بن ناصرہ بن قصیہ بن
نصر بن سعد بن بکر کی بیٹی عطا کی تھی اور
حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ
کو زینب نام ایک لوٹھی بنت حیان بن
عمرو بن حیان کی بیٹی عطا فرمائی تھی اور

حضرت عمر ابن الخطاب کو ایک لوٹھی عطا کی تھی اور اونہون نے اسکو اپنے بیٹے
عبداللہ ابن عمر کو بخش دیا تھا کما ابن اسحاق نے پس روایت کی مجہد سے نافع مولیٰ عبداللہ
ابن عمر نے اور اونہون نے سنا تھا عبداللہ ابن عمر سے کہ میں نے اوس لوٹھی کو اپنے بہا کیوں
قوم بنی جمح کے پاس بھیج دیا تھا تاکہ وہ اوسکو کہیں یہاں تک کہ میں طواف بیت سے فارغ
ہو جاؤں اوسکے بعد اوسکے پاس جاؤں اور میرا دل چاہتا تھا کہ جب میں واپس آؤں تو اوس
لوٹھی سے مصاحبت کروں کما عبداللہ ابن عمر نے جبکہ میں مسجد سے فارغ ہو کر نکلا تو لوگوں کا
جھگمگت سنا میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے کہو تو اونہون نے جواب دیا کہ ہمارے بچوں
اور عورتوں کو رسول اللہ نے چوڑ دیا پس میں نے کہا کہ ایک بیوی تمہاری بنی جمح میں ہے
وہ بھی تم لیجاؤ پس وہ گئے اور اسکو یہی لے گئے کما ابن اسحاق نے کہ عیینہ بن جہنم نے

ایک بوڑھیا قوم ہوا انکی لی تھی اور جب اوسنے اس بوڑھیا کو لیا تا تو یہ کہتا تھا کہ یہ بوڑھیا میری دانست میں قوم ہوا زین میں سے کسی بڑے گھر کی ہے اور غالب ہے کہ مجھ کو اسکے عوض میں بہت کچھ مال ملے گا اتھ آویگا پس جبکہ رسول خدا نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور لوگوں سے وعدہ کیا اوسکے عوض میں چہ چہ اونٹوں کا تو عینہ نے انکار کیا کہ میں اس بوڑھیا کو نہ دوں گا پس زہر ابو صرد نے کہا کہ نہ تو وہ چند ان پاکیزہ دہن ہے اور نہ اوسکی چھاتیان کچھ دھیری ہوئی ہیں اور نہ وہ جھنے کے لائق ہے اور نہ زوج اوسکا ایک ہے اور نہ اوس سے کسی دایمی نفع کی توقع ہے ہر کیوں نہیں دیدیتا پس عینہ نے ابو صرد کے اس کہنے سننے سے دیدیا کہا پس گمان کیا اونہوں نے یہ کہ عینہ ملا اقرع بن حابس سے اور نکایت کی اوس سے اس بات کی پس اوسنے کہا کہ واللہ نہیں لیا تو نے اوسکو کچھ عافہ عزیزہ مجھ کے اور نہ کچھ کام خد سے لائق دیکھ کر۔

بھگو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے بخاری کی حدیث پر استدلال ہے جس سے قیدیوں کا احسان رکھ کر چھوڑنا ظاہر ہے اور اوس حدیث کے ان الفاظ سے کہ مزاحب منکم ان لیکون علی حفظہ حتی یعطیہ ایاہ من اول ما فی اللہ علینا بخوبی ثابت ہے کہ غازیوں کا حق اساری پر بجز فدیہ لینے کے اور کچھ نہیں ہے۔

سیرت ہشامی میں جو یہ لکھا ہے کہ بنو تمیم نے احسان رکھ کر چھوڑنے سے انکار کیا اور رسول خدا صلعم نے بطور حق قید کر لیا اے کے فی قیدی چہ اونٹ فدیہ میں دلانے تجویز کیے اس سے اور بھی ثابت ہوا کہ غازیوں کا بجز فدیہ کے اور کچھ حق تھا۔

سیرت ہشامی کے ان لفظوں سے کہ عیینہ نے ایک بڑبھیا کو اس خیال سے پکڑا تھا کہ اس کا مذہب زیادہ ہو گا ظاہر ہوتا ہے کہ مجاہدین صحابہ جانتے تھے کہ اساری پر بجز مذہب لینے کے اور کچھ حق نہیں ہے۔

گو سیرت ہشامی کو ہم اس رتبہ کی کتاب نہیں سمجھتے کہ اس کی روایت بلا کسی مؤید کے قابل اعتبار ہو مگر جو کہ بخاری کی مذکورہ بالا حدیث سے اس قدر مضمون کی تائید ہوتی ہے اس لیے ہم نے اس پر ہر دو سا کیا ہے۔

مگر ہمارے مخالف سیرت ہشامی کی روایت پر استدلال کر کر ہم سے کہا کہ اگر سیرت ہشامی کے جب خود رسول خدا صلعم نے قبل واپس دینے اساری کے چند اڑکیان علی و عثمان و عمر کو بخش دی تھیں اور حضرت عمرؓ نے منجھلا دئے ایک اپنے بیٹے کو مہیا کر دی تھی اور وہ اس کے ساتھ مباشرت کرنے کو طیار ہو گئے تھے تو اس سے صاف اساری کے استرقاق کا جواز پایا جاتا ہے۔

مگر اس کے جواب میں اول تو ہم یہ کہیں گے کہ سیرت ہشامی اور اس کے راوی نامعتمد ہیں اور اس لیے سیرت ہشامی کی وہ روایت جس کی مؤید کوئی صحیح روایت نہیں ہے قابل اعتماد کے نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ سیرت ہشامی میں جو لفظ اعطی کا لکھا ہے اس کا جو قصہ بد اخلاقی اور صفت ہیثمیہ کا عبد اللہ ابن عمرؓ کی نسبت منسوب کیا ہے محض کذب اور جھوٹ ہے رسول خدا صلعم نے کسی کو کوئی لڑکی بخشی نہیں تھی بلکہ خود حضرت عمرؓ نے گرفتار کیا تھا اور اس کی سند کے لیے ہم حدیث بخاری کی اپنے پاس موجود رکھتے ہیں۔

چنانچہ بخاری میں نافع سے یہ روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ نے رسول خدا صلعم سے کہا کہ
 فی البخاری عن نافع ان عمر بن الخطاب قال یا رسول اللہ انہ کان
 علما اعتکاف یوم فی الجاہلیۃ فامرہ
 ان یغربہ قال واصاب عم جابرین
 من سبی حنین فوضعہما فی بعض بیت
 مکہ قال فمن رسول اللہ صلعم علی
 سبی حنین فجعلوا یسعون فی السکات
 فقال عمر یا عبد اللہ انظر ما ہذا فقال
 من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علی السبی قال اذهب فاسرسل
 الجاہلینین الیہ

زمانہ جاہلیت میں ایک دن کا اعتکاف
 میں نے مانتا تھا وہ مجھ پر ہے آپ نے فرمایا کہ
 اوسکو اوتار دو اور نافع نے یہ بھی کہا کہ حضرت
 عمر کے ہاتھ دو لڑکیاں آئی تھیں جنہیں کے
 قیدیوں میں سے یعنی جو لوگ حنین میں
 قیدی ہوئے تھے اون میں دو لڑکیاں
 وہ تھیں جنکو حضرت عمر نے پکڑا تھا اور انکو
 مکہ کے گہرون میں سے کسی گہر میں رکھ دیا
 تھا نافع نے کہا کہ جب پیغمبر خدا صلعم نے
 حنین کے قیدیوں کو احسان رکھ کر چھوڑا
 تو وہ بازار میں چلنے پہرنے لگے تب عمر

نے کہا کہ اے عبد اللہ دیکھ تو یہ کیا ہے تب عبد اللہ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے قیدیوں
 کو احسان رکھ کر چھوڑ دیا عمر نے کہا کہ جاؤ ان لڑکیوں کو بھی چھوڑ دے۔ پس اس حدیث میں
 نہ پیغمبر خدا صلعم کا اون لڑکیوں کو بخش دینا مذکور ہے اور نہ اوس اہتمام کا ذکر ہے جو ابن اسحاق
 نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ پر کیا ہے۔

قطع نظر اسکے اگر الفاظ سیرت ہشامی ہی کو تسلیم کر لیا جاوے تو بھی استراق ثبات نہیں

ہوتا اعطی کا لفظ استرقاق پر دلالت نہیں کرتا اور جاریہ کا لفظ لونڈی اور آزاد لڑکی دونوں
 پر اطلاق ہوتا ہے اور جس جاریہ کی نسبت عبداللہ بن عمر پر اتمام کیا گیا اگر وہ لونڈی تھی جیسے
 کہ طرز کلام ہشامی سے بوجہ ذکر کرنے نسب دو جاریوں کے اور نہ ذکر کرنے نسب اس جاتیہ
 سے پایا جاتا ہے تو مابعد آیت حریت کے استرقاق پر کچھ بھی استدلال نہیں ہو سکتا
 چہارم ساری ثقیف - ثقیف کے قیدیوں کو بھی رسول خدا صلعم نے فدیہ لیکر چھڑ دیا چنانچہ
 صحیح مسلم میں ہے کہ عمران ابن حصین نے کہا کہ بنی ثقیف اور بنی عقیل دونوں آپسین بھائی
 بھائی بن گئے تھے بنی ثقیف نے رسول خدا
 صلعم کے اصحابوں میں سے دو شخصوں
 کو قید کر لیا تھا اور رسول خدا صلعم کے صحابہ
 نے بنی عقیل کے ایک شخص کو قید کر لیا اور
 اسکو باند بکرو پین ڈال دیا جبکہ رسول خدا
 صلعم اس کے پاس سے گئے تو اس
 نے پکارا اے محمد اے محمد مجھ کو کس وجہ سے
 پکڑا ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارے بے بن ہو
 بہائیوں ثقیف کے گناہ میں یہ فرمایا اور اسکو
 بدستور بند کر دیا چوترا کر تشریف لیچے وہ پھر
 پکارا اے محمد اے محمد رسول خدا صلعم کو اوپر

عمران ابن حصین قال کان
 ثقیف حلیفاً لبني عقیل فاسترق ثقیف
 رجلين من اصحاب رسول الله صلى الله
 عليه وسلم واسرا صحاب رسول الله
 صلى الله عليه وسلم رجلا من بني
 عقیل فاقفوه فطرحوه في الحفرة فربه
 رسول الله صلى الله عليه وسلم فناداه
 يا محمد يا محمد فيما اخذت قال بخرية
 حلفاءكم ثقیف فترکه ومضى فنادا
 يا محمد يا محمد فرحمه رسول الله صلى
 الله عليه وسلم فرجع قال ما شانك

فَقَالَ اَنِي مُسْلِمٌ فَقَالَ لَوْ قُلْتُمَا وَاَنْتَ تَمْلِكُ
اَمْرًا اَفْلَحْتَ كُلُّ الْفَلَاحِ قَالَ فَقَدَاهُ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّجُلَيْنِ
الَّذِيْنَ اسْرَقْتُهُمَا ثَقِيفٌ -

حرم آیا اور آپ پر کرائے اور پوچھا کہ تیرا کیا
حال ہے اسنے کہا کہ میں مسلمان ہوں
آپنے فرمایا کہ اگر تو اسوقت کہتا جب کہ تو
اپنے اختیار میں تھا تو بہت سی بہلایاں

پاتا عمران ابن حصین نے کہا کہ بعد اسکے رسول خدا صلعم نے اون دو قیدیوں کے فدیہ میں جنگو
بنی ثقیف نے قید کیا تھا چڑھ دیا۔

يَهْتَمُّ بِمَا يَبِيْئُ كِهْ اِسْ شَخْصٌ كُوْ بُوْجِهْ مُسْلِمَانِ سُوْجَا نَفِ كِهْ چُوْ رُوْ دِيَا تَتَا اَسِيْلَهْ كِهْ وَهْ مُسْلِمَانِ
فَقَبِلْ اِنْمَارِدَهْ صَلْعَمُ الْحَدَارِ الْحَرْبِ بَعْدَ
اُظْهَارِ كَلِمَةِ الْاِسْلَامِ لَانْهْ قَدْ كَلَّمَ
اَنْهْ غَيْرِ صَادِقٍ فِيْ هَذَا خَاصَّةً بِهْ صَلِي
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

نہیں ہوا تھا جوٹ موٹ کہتا تھا کہ میں مسلمان
ہوں چنانچہ مراقہ میں لکھا ہے کہ اس
شخص کو رسول خدا صلعم نے بعد اسکے
کہا کہ اسنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا اسیلے

دارالحرب میں بھیج دیا کہ آپ جانتے تھے کہ وہ سچا نہیں ہے پس یہ بات رسول خدا صلعم ہی کے
لیے خاص ہے۔

بَنِيْ سَارِے بَنِيْ تَمِيْمٍ بَخَارِيْ فِيْ تَرْجُمَةِ الْبَابِ مِيْنِ لِّكَمَا هِيَ كَلَامُ ابْنِ اسْحَاقَ فِيْ لِّكَمَا هِيَ كِهْ
قَالَ اَبُوْ سَمْعَانَ غَزْوَةَ عَيْثِيْنَةَ بَنِ
حَصِيْنِ بَنِ حَذِيْفَةَ بَنِيْ خَبَرِ
بَنِيْ الْعَنْدَرِ مَرْبِيْ تَمِيْمٍ بَعَثَهُ النَّبِيُّ

ذکر ہے غزوہ عیینہ بن حصین بن حذیفہ
بن بدر کا بنی العنبر پر جو بنی تمیم سے ہی
رسول خدا صلعم نے اون لوگوں پر اون کو

صلی اللہ علیہ وسلم فاعلموا انهم منہم ناسا و سبى منهم نساء۔

بہیجا تھا اونہوں نے وہاں لوٹا اور آدمیوں کو مارا اور عورتوں کو قیدی بنا لائے۔

بعد اسکے بخاری نے یہ حدیث لکھی ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ میں ہمیشہ بنی تمیم کو دیکھتا ہوں جب سے کہ انکی نسبت تین باتیں رسول خدا صلعم سے سنی ہیں آپ انکے حق میں فرماتے تھے کہ میری تمام امت سے زیادہ سخت ہونگے دجال پراور ان ہی لوگوں میں ایک عورت حضرت عائشہ پاس بند رہی میں تھی تو آپ نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کیونکہ وہ اسمعیل کی اولاد میں سے ہے اور انکے پاس جب صدقات آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک قوم کے صدقات ہیں یا فرمایا کہ یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔

عز الی ہریرۃ قال لا انزال احب بنی تمیم بعد ثلث سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولہا فیہ - ہم اشد امتی علی الدجال و کان فیہم منہم سببۃ عند عائشۃ فقال اعتقیہا فانہا من ولد اسمعیل و جاءت صدقاتہم فقال ہذا صدقات قوم او قومی۔

یہ تینوں باتیں جو حضرت ابو ہریرہ نے فرمائی ہیں یہ اس وقت کے واقعات نہیں ہیں جس وقت کہ اونہوں نے اونکو فرمایا تھا بلکہ پچھلی باتوں کو جو مختلف اوقات میں کہی گئی تھیں اونکو اس وقت بیان کیا تھا پس اس حدیث سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ غزوہ بنی تمیم کے بعد کوئی عورت حضرت عائشہ پاس بطور لونڈی کے تھی اور اسکے ادا کرنے کا رسول خدا صلعم نے حکم دیا تھا بلکہ جب غزوہ بنی تمیم کے قیدی پکڑے آئے اسی میں سے ایک عورت حضرت

عائشہ پاس تھی جسکو بلاغہ یہ سبب اولاد پر ہیج ہونے کے چوڑ دینے کو فرمایا تھا کیونکہ تمام قیدی بنی تمیم کے بلاغہ یہ احسان لکھا اور سو وقت چوڑ دیے گئے تھے چنانچہ مواہب لدنیہ میں بالتفصیل لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے عیینہ ابن حصین قرازی کو بنی تمیم پر سقیاکے

مقام پر جو بنی تمیم کا ضلع ہے محرم ۹۰ھ

ہجری میں بھیجا اور اس کے ساتھ پچاس سوار

عرب کے تھے اور اون میں کوئی مہاجرین اور

انصاریں سے نہ تھا پس وہ رات کو چلتے

تھے اور دن کو گمات میں بیٹھتے تھے پس

ایک جنگل میں بنی تمیم پر پڑ پڑے اور گھسکر

اونکے پیشانی کو گیر لیا جب اونہوں نے

آدمیوں کے غول کو دیکھا تو وہ بھاگ گئے

دس آدمی اون میں سے پکڑے گئے اور

اوس جگہ گیارہ عورتیں اوتیس بچے ملے

اوس کے بعد اون میں کے دس سردار جن میں

عطارد اور دیرقان اوتیس ابن عاصم اور قرق

بن حابس ہی تھا مدینہ میں آئے اور پیغمبر خدا

صلعم کے دروازہ کے پاس جا کر بچاؤ کر لے گئے

فی المواہب۔ وبعث عیینہ ابن حصین القرازی

المی بنی تمیم بالسقیاکہی ضرب بنی تمیم فی المحرم

تسع وکان خمسين فارسا من العرب ليس فيهم مهاجرا

ولا انصاري فكان يسير الليل ليكن النهار فجمع عليهم

في صحراء فدخلوا وسرحوا شيهم فلما راوا الجمع ولوا

فاخذوا منهم احد عشر رجلا ووجدوا في الحلة ثمانية

عشرة امرأة وثلاثين صبيا فقدم منهم عشرة من

عشر مائة منهم عطارد والديرقان وقيس بن عاصم

والاقرع ابن حابس فاجاؤا الى باب النبي صلعم فادوا به

مما اخرج اليها فخرج صلعم واقام بلال الصلوة و

تلقوا رسول الله صلعم يكلونه فوقف معهم ثم مضى فبسط

النظر ثم جلس في صحن المسجد فقاموا عطارد ابن حابس

فحكم وخطب فيهم رسول الله صلعم ثانيا بن قيس بن

شماس فاجابهم ونزل فيهم ان الذين ينادونك من

دراة اخرجوا لاية ورجع عليهم صلعم الاسرى السبي

کہ اے محمد ہمارے پاس باہر آؤ آپ اندر سے باہر تشریف لائے اتنے میں بلال نے ظہر کی نماز کی اذان دی اور اون لوگوں نے رسول خدا صلعم کے دامن کو پکڑ لیا اور بات چیت کرنے لگے آپ نے تہہ بڑی دیر توقف کیا پھر چلے گئے اور ظہر کی نماز پڑھی پھر مسجد کے صحن میں بیٹھے اون لوگوں نے عطار دابن حاجب کو پیش کیا اوسنے بات چیت کی اور خطبہ پڑھا پھر رسول خدا صلعم نے ثابت بن قیس بن شماس کو اذکار جواب دینے کو حکم دیا اور اونہوں نے اوسکا جواب دیا اون ہی لوگوں کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ تجھ کو مکان کے دروازہ کے باہر سے پکارتے ہیں الخ اور رسول خدا صلعم نے اوسکے قیدی مرد اور قیدی عورتیں دینچے سب پہیر دیئے۔

سبھی اور سبایا کا لفظ عام ہے اون پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے جو قیدی لونڈی و غلام بنالیے گئے ہوں اور اون پر بھی بولا جاتا ہے جو قید ہوئے ہوں اصل میں وہ لفظ لڑائی میں جو لوگ پکڑے جاویں اونکے لیے موضوع ہوا ہے مگر جبکہ عرب میں ہمیشہ لڑائی کے قیدی لونڈی و غلام بنالیے جاتے تھے اسلئے سبھی سے لڑائی میں پکڑے ہوئے لونڈی و غلام مراد ہونے لگے مگر وہ مطلق لڑائی کے قیدیوں کی نسبت بھی مستعمل ہیں۔

عقق کا لفظ غلام ہی کے آزاد کرنے پر نہیں بولا جاتا بلکہ بنایت عام معنون میں اور قیدیوں کے چھوڑ دینے میں بھی متعمل ہے پس حدیث مذکورہ بالا میں جو لفظ اعتقما ہے اوس سے یہ سمجھنا کہ وہ عورت لونڈی تھی ایک بہت بڑی فاحش غلطی ہے۔

کشف الغم عن جميع الامم کی کتاب السیر میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک حدیث
 عن ابی بھریرۃ قال کان علی عایشۃ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتق رقبتہ فجاء
 سبب من بنی تمیم فقال للنبی
 صلے اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
 اعتقی من ہو کلاء الخ

یہ حدیث محض بے جوڑ اور خلاف اصول اور محض نامعتبر ہے اگر ایسی لغویات پر سبب
 مذہب اسلام کی بنیاد ہو تو خدا حافظ ہے۔

ایک متعصب مکابر ہمارے اس بیان پر جو اسباب میں کیا گیا ہے یہ اعتراض کر سکتا
 ہے کہ بعد فتح مکہ جب قدر غزوات میں قیدی ہوئے اور جبکا ذکر ہم نے اسباب میں کیا وہ سب
 اہل عرب تھے اور اہل عرب کا لونڈی و غلام بنانا جائز نہ تھا اس لیے وہ چھوڑے گئے نہ
 اس وجہ سے کہ آیت من ذل انزل ہو چکی تھی۔

مگر اسکا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ عرب میں زمانہ جاہلیت اہل عرب کا لونڈی و غلام
 بنانا بالکل رائج تھا اور ابتداء سے زمانہ اسلام میں بھی جبکہ قیدیوں کے باب میں کوئی حکم
 نہیں آیا تھا اور رسم و رواج عرب کے موافق کام ہوتا تھا قوم عرب کا لونڈی و غلام بنانا ناجائز
 نہیں سمجھا جاتا تھا اور تمام علماء بالاتفاق اس بات کے مقرر ہیں کہ قوم عرب کا لونڈی و
 غلام بنانا ناجائز نہ تھا پس اس سے بخوبی ظاہر ہوا کہ ان غزوات میں جب قدر قیدی

منا و خدا چھوڑے گئے وہ اسی وجہ سے چھوڑے گئے کہ قیدیوں کی نسبت آیت من
فذل نازل ہو چکی تھی اور اس کی تعمیل فرض تھی۔

واسطے ثبوت اسباب کے کہ قبل نزول آیت من ذل قوم عرب کا لوٹوسی وغلام بنانا
ناجائز نہیں سمجھا جاتا تھا دو حدیثیں اور قول علامہ تقدس ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ بخاری نے

اپنی صحیح میں ایک باب میں لکھا ہے کہ یہ
باب ہر غزوہ بنی المصطلق کا جو غزوة کی شاخ
ہے اور اسی کا نام غزوہ مرہسین ہے ابن
اسحق نے لکھا کہ یہ غزوہ ستمین ہوا تھا
اور یحییٰ بن عقبہ کا قول ہے کہ ستمین چری
میں ہوا تھا اور نعمان بن راشد نے زہری سے

باب غزوۃ بنی المصطلق من خزاعة
وہی غزوۃ المرسیع قال ابو اسحق و
ذالک سنة ستمت وقال موسیٰ بن عقبہ
سنة اربع وقال نعمان بن راشد عن
الزہری عن کان حدیث الافک فی
غزوۃ المرسیع۔

روایت کی ہے کہ اسی غزوہ مرہسین میں لوگوں نے حضرت عائشہ پر تہام کیا تھا۔

ابی حمیر نے لکھا کہ میں مسجد نبوی میں گیا وہاں ابوسعید خدری کو بیٹھا ہوا دیکھا ہر مین نے

عزل کی نسبت اون سے پوچھا اونہوں نے
کہا کہ ہر ایک دفعہ رسول خدا صلعم کے ساتھ
بنی المصطلق کی لڑائی میں گئے تو عرب کے
قیدی عورتوں میں سے ایک قیدی عورت
میرے ہاتھ لگی اور ہم عورتوں کے ہاتھ لگی

عن ابی حمیر قال دخلت المسجد
فرايت ابا سعيدا الخدري فجلس عليه
فسالته عن العزل قال ابو سعيدا خرجنا
مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
غزوۃ بنی المصطلق اصبا سبیا عن

سجی العرب فاشتہینا النساء والشتہ
علینا العزبة وحبینا العزل فاردنا ان
نعزل وقلنا نعزل ورسول الله صلی الله
علیہ وسلم بین اظهرنا تبیل ازنیع له
فما لنا لا نعزل فقال ما لکم ان تفعلوا ما
من نسیت کائنۃ الیوم القیمہ وہی
کائنۃ -

خواتین شہمنہ تھے کہ عورتوں کے پاس بچا
ہم بہت سخت تھا اور عزل کرنا ہم چاہتے
تھا کہ کسی کو حمل نہ ہے پس ہم نے عزل کا ارادہ
کیا پر ہم نے کہا کہ باوجود موجود ہونے رسول
خدا صلعم کے اس کے بغیر بوجہ ہم یہ کام
کر رہے ہیں اس باب میں آنحضرت
پہنچا آپ نے فرمایا مگو کیا ہوا ہے جو ایسا

کرتے ہو جو جہان کی قیامت تک پیدا ہونیوالی ہے وہ پیدا ہوگی -

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ ابن عون نے کہا کہ میں نے نافع کو بلکہ بوچھا کہ قبل شروع
کرنے لڑائی کے کافروں کو مسلمان ہونے کا پیغام دینے کے باب میں کیا حکم ہے
ابن عون نے مجھ کو لکھا کہ یہ بات ابتداء
اسلام میں تھی رسول خدا صلعم نے نبی المصطلق
پر حمل کیا اور ان کے مویشی پانی پیتے تھے
پھر قتل کیا انہیں سے لڑنے والوں کو اور
قید کیا ان میں سے قیدیوں کو اور بھیجے
کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ سلیم نے جویرہ
کو یا الیہ بنت اسحاق کو کلاسی دن تھا

عن ابن عوف قال کتبت الخ فاع استلہ
عزال دعاء قیل لقتال فکتب الی انبیاء
کسان ذلک فی اول الاسلام قد
اغار رسول الله صلعم علی بنی المصطلق
وہم غارون وانما ہم تسقے
علیاء فقتل مقاتلتہم واسباسیم
واصاب یومئذ قال یحییٰ احبہ قال

جبرية او الباقية بنت الحارث وفي
رواية قال جبرية بنت الحارث و
لم يثبت -

آئی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ اس
نے جبرية بنت الحارث کا نام دیا بغیر کسی
شک کے -

نواوی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے عرب کی قوم کا لوٹ
قال لنواوی في شرحه - وفي هذا
الحديث جواز استرقاق العرب
لان بنى المصطلق عرب من خراعة
وهذا قول الشافعي في الجديد -
وهو الصحيح وبه قال مالك
وجمهور اصحابه وابو حنيفة
والاوزاعي وجمهور العلماء وقال
جماعة من العلماء لا يسترقون وهذا
قول الشافعي في القديم -

اور امام شافعی صاحب ہی اخیر کو اسی بات
کے قایل ہوئے ہیں اور یہی بات صحیح ہی
ہے اور امام مالک اور تمام ائمہ کے شاکر
اور امام ابو حنیفہ اور اوزاعی اور تمام علماء اسی
بات کے قایل ہیں اور ایک گروہ علماء
کا یہ قول ہے کہ وہ لوٹا ہی وغلام نہیں ہو سکتا
اور یہ قول ابتدائین امام شافعی صاحب
کا تھا -

پس ان حدیثوں اور اقوال علماء سے ظاہر ہے کہ قبل نزول آیت من و فلا کے
قوم عرب کو لوٹا ہی وغلام بنانا صحیح تھا پس بعد نزول اس آیت کے جو بغیر خدا مسلم نے سب
کو احسان رکھا کہ یہ لکیر چھوڑ دیا تو اس کا سبب یہ نہ تھا کہ وہ لوگ قوم عرب سے تھے بلکہ

اسی آیت کے علم کہ طاق چھڑاتا۔

تمام کام جو رسول خدا صلعم نے کیے اور تمام احکام جو رسول مقبول نے صادر فرمائے سب کا منشاء غلاموں کی آزادی اور غلامی کا معدوم کرنا تھا یہاں تک کہ غیر ذہدہ طاقت میں عام منادی کر دی تھی کہ جو غلام ٹھکر ہمارے پاس چلا آوے گا وہ آزاد ہے چنانچہ مواہب لنبیہ ثم فادی منادیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام | میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم کے منادی کرنے والوں نے منادی کی کہ جو غلام قلعہ میں سے ٹھکر ہمارے پاس چلا آوے گا

فہو حر۔

وہ آزاد ہے۔ پس جو کہ غلام ٹھکر ایسی عام منادی سے آزاد کرتا تھا وہ آزادوں کے غلام بنائے پر کہی راضی نہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و سلاطین طہیقہ و سلم۔ مگر انہوں نے کہ قدیم رسم و رواج کے انس نے جو انسان کو غفلت میں ڈالتا ہے ہمارے بزرگوں کو اس طرف غور کرنے سے غافل کر دیا مگر اب ہم کو اس سے غفلت کرنی نہیں چاہیئے اور تقو کا ڈر اور اس کا خوف بالکل بحال رہنا چاہیئے۔ ایسے کہ بڑے بزرگ کا قول ہے کہ ”راہ طلب میں تفرہ ہی دلیل صدق طلب ہے“ و توکل علی اللہ وھو نعم الوکیل۔

باب ہفتم

اون حدیثوں اور روایتوں کے بیان میں جن سے لونڈی و غلام بنانیکا فعل رسولی را صلعم کی نسبت منسوب کیا جاتا ہے تمام علماء اسلام کوئی حکم رسول خدا صلعم کا نسبت جواز استرقاق کے بیان میں کر سکتے

اور جب اس کے بیان سے عاجز ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فعل رسول خدا صلعم ہمارے لیے
 حجت ہے اس بات کو جو بھی تسلیم کرتے ہیں اور فعل رسول خدا صلعم کو مثل آپ کے قول کے سہ پر
 اور آنکھوں پر رکھتے ہیں مگر فعل کی تفتیش پر اس وقت متوجہ ہوتے ہیں جبکہ قول یا حکم
 موجود نہ ہو اور اس باب میں حکم قرآنی فاما من بعد واما فداۃ موجود ہے جس میں کچھ شبہ
 نہیں علاوہ اسکے جو کام رسول خدا صلعم نے کیے یا آپ کے سامنے ہوئے اور اخیر زمانہ نبوی
 تک نہ اس کے خلاف کوئی حکم آیا اور نہ اس کے برخلاف کوئی کام ہوا وہی کام کسی مسئلہ شرعی
 کی بنیاد ہو سکتے ہیں اس معاملہ میں جمہور ہم بحث کر رہے ہیں جسے نص صریح قرآنی کو سند
 پکڑا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس کے بعد فعل رسول خدا صلعم ہمیشہ اسی آیت کے مطابق
 رہا ہے اور کہی اس کے برخلاف نہیں ہوا تو ہم کو اس حکم کے باقیں کے فعل رسول خدا صلعم
 کی تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس حکم سے باقیں کا فعل کیسا ہی ہو ہر
 مسئلہ شرعی کی بنیاد اسی حکم صریح پر یا اس فعل پر جو مابعد اس کے ہوا ہے قائم ہوگی اور یہ اصول
 کچھ ہمارا مقرر کیا ہوا نہیں ہے بلکہ تمام اہل اسلام اور علماء دین اور آئمہ مجتہدین کا اصول ہے
 لیکن بایں ہمہ ہم ادون حدیثوں اور روایتوں کا بھی ذکر کرینگے جسے لونڈی و غلام بنانے
 کا فعل جناب رسول خدا صلعم کی نسبت قبل نزول آیت امانا بعد واما فداۃ کے منسوب
 کیا جاتا ہے اور جو لطیف لطیف نکتے ان میں ہیں ان کو بھی بغیر بیان کیے نہیں چھوڑینگے۔

روایات متعلق غزوہ یود بنی قریظہ

سب سے بڑا واقعہ جس سے اساری کو لونڈی و غلام بنانا فعل رسول خدا صلعم کا کہا جاتا ہے

وہ غزوہ بنی قریظہ سے مگر یہ غزوہ قبل فتح مکہ و قبل نزول آیت حریت واقع ہوا ہے۔

بلاشبہ یہ حدیث جو بخاری و مسلم میں ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ بنی نضیر اور بنی قریظہ دونوں

سے لڑائی ہوئی بنی نضیر کو رسول اللہ صلعم نے جلاوطن کر دیا اور بنی قریظہ کو احسان کو سکر

عمر ابن عمر قال حاربت النضير و

قریظہ فاجلا بنی النضیر و اقر قریظہ و

منع علیہم حتی حاربت قریظہ فقتل

رجالہم و قسم نساءہم و اولادہم

واموالہم بین المسلمین لا لبعضہم

لحقوا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

فانضموا و اسلموا و اجلا یہود المدینۃ

کالہم بنی قینقاع و ہم رھط عبد اللہ

بنی سلام و یہود بنی حارثہ و

کل یہود بالمدینۃ۔

اس حدیث سے البتہ اساری کا لوٹنہ و غلام بنانا پایا جاتا ہے اور سیرت ہشامی میں

جو اس قدر روایت اور زاید لکھی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے سعد بن زید انصاری اغا بنی عبد المطلب

ثم بعث رسول اللہ صلعم سعد بن

زید الانصاری اغا بنی عبد المطلب

کو بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے کچھ

قیدیوں کے ساتھ بخبر کو بھیجا اور ان

بسیا یا منسب آیا بنو قریظہ (الحجۃ فلتاع
لہم بہم خیلًا وسلاحًا۔

قیدیوں کے بدلے گھوڑے اور ہتیار
خریدے گئے اگر صحیح ہو تو اون قیدیوں کو

لوٹٹی وغلام تصور کرنے کی اور بھی زیادہ وضاحت ہو جاتی ہے مگر اس روایت سے ہمارا
کچھ ہرج نہیں ہے اس لیے کہ آیت مفرد لڑا کے نازل ہونے سے قبل کا یہ واقعہ ہجری
اور نکتہ باریک اس میں یہ ہے کہ جو کچھ یہ معاملہ اساری بنی قریظہ کے ساتھ کیا گیا وہ خدا کے
حکم بموجب نہیں کیا گیا تھا بلکہ موافق رسم و عادت عرب کے جو اس زمانہ میں تھی سعد ابن معاذ
حکم قرار دیے گئے تھے اور یہ ٹھہرا تھا کہ نسبت بنی قریظہ کے جو لڑائی میں قید نہیں ہوئے
تھے بلکہ خود اونہوں نے اپنے تئیں سپرد کر دیا تھا جو فیصلہ سعد ابن معاذ کر دین اور جو حکم وہ
دین وہ کیا جاوے پس جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ حکم سعد ابن معاذ کا تھا نہ حکم خدا کا چنانچہ اس
حدیث کو بمعہ بحث متعلق اس کے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

روایات متعلق غزوہ بنی فزارہ

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ ایسا ابن سلمہ نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے یہ بات
قال (ایسا ابن سلمہ) حدثنی
ابو قتال غزوہ فزارہ وعلینا ابو بکر
۱۲۰۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علینا فلما کان بیننا و بین الماء
ساعة امرنا ابو بکر فخر سنانا ثم شال الغافة
کمی کہ ہم بنی فزارہ سے لڑنے کو چلے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو ہم پر سردار
کیا تا پس جبکہ رہا ہم سے اور پانی سے تنہا
فاصلہ حکم دیا ہم کو ابو بکر فٹھہر جانے کا
پس ٹھہرے ہم ہمارا کو اور ہمیں تفرق

نورہ المملۃ فقتل من قتل علیہ و سبا و نظر
 الی عنق من الناس فبهم الذناری
 فخشیت ان یسبقونی الی الجبل فرمیت
 بسهم بنیم و بذل الجبل فلما راوا السهم
 وقفوا فحجبت بهم اسوتهم و فیهم امراة
 من بنی فرائزۃ علیہا قشع مز آدم
 قال القشع انطع معی ابنۃ لها من
 احسن العرب فسقتهم حتی اتیت بهم
 ابابکر فقلت ی ابوبکر ابنۃ ما المنة
 وما کشف لہا ثوباً فلقینی رسول اللہ
 صل اللہ علیہ وسلم فی السوق فقال
 یا سلمۃ ہب لی المراۃ فقلت یا رسول
 اللہ لقد اعجبتی وما کشف لاثوباً
 ثم لالقینی رسول اللہ صل اللہ علیہ
 وسلم من الغد فی السوق فقال یا سلمۃ
 ہب لی المراة للہ اولاد فقلت ہم لا
 یا رسول اللہ فواللہ ما کشف لہا

کیا جا پڑے اور بانی پر آگئے پس جو
 مقابل ہوا اس کو قتل کر ڈالا اور کچھ
 لوگوں کو قید کیا اور ایک جماعت میں نے
 دیکھی کہ اسمین بچے اور عورتیں تھیں پس
 مجھ کو اندیشہ ہوا کہ یہ بچہ بہار پڑنے چڑھ جائیگا
 چنانچہ میں نے ایک تیر بھینکا کہ وہ اونٹ
 اور بہار کے درمیان میں گرا جب اونٹوں
 نے تیر دیکھا تو وہ کھڑے ہو گئے اسی
 عرصہ میں میں نے اون کو جالیا اور اون کو
 اس طائفہ پر لے اور اس جماعت میں
 ایک عورت قوم بنی فرائزہ سے تھی اور وہ
 ایک چادر چمڑے کی اوڑھتی تھی اور
 اس کے ساتھ ایک اسکی بیٹی تھی نہایت
 خوبصورت پس سب کو گھیر کر میں حضرت
 ابوبکر کے پاس لے آیا حضرت ابوبکر نے
 اس لڑکی کو مجھے دیدیا اس کے بعد ہم سب
 مدینہ منورہ کو چلے آئے اور میں نے اس

ثوباً فبعث بها رسول الله صلى الله عليه
وسلم الماهل مكة ففدا بها ناساً من
المسلمين -

اڑکی کا کپڑا تک نہیں کہلاتا کپڑا کہلاتا
اشارہ ہے جماع نہ کرنے کی طرف اتفاقاً
مدینہ کے بازار میں مجھ کو حضرت رسول خدا

صلعم ملے اور ارشاد فرمایا کہ اے سلمہ وہ عورت تو مجھ کو بخش دے پس میں نے کہا کہ یا رسول
اللہ وہ عورت تو مجھ کو نہایت پیاری لگتی ہے حالانکہ میں نے ابھی تک اُس کا کپڑا بھی
نہیں کہولا پھر دوبارہ ملے مجھ کو رسول خدا صلعم دوسرے دن بازار ہی میں اور پھر فرمایا کہ اے
سلمہ بخش دے تو مجھ کو وہ عورت تو میں نے جواب دیا کہ لے لین آپ یا رسول اللہ اور قسم ہے
خدا کی کہ میں نے ابھی تک اُس کا کپڑا بھی نہیں کہولا پس آنحضرت نے اسے لیکر لگہ کو
بھیج دیا اور اہل مکہ نے اس کے عوض میں بہت سے مسلمانوں کو جو کفار کی قید میں تھے
چھوڑ دیا۔

اس حدیث سے بھی بلاشبہ مطلع ہونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات سے کہ اس کی
بنی خراذہ لونڈی و غلام بنا لے گئے ثابت ہوتا ہے مگر خود اس حدیث سے ظاہر ہے کہ
یہ واقعہ فتح مکہ و قبل نزول آیت حریت واقع ہوا تھا اور ایسے ہمارے استنباط میں کوئی نقصان
نہیں ٹاتا۔

روایات متعلق غزوہ بنی المصطلق

یہ غزوہ بھی سنہ ہجری میں قبل فتح مکہ و قبل نزول آیت من و نزل ہوا تھا اور
ایسے جو کچھ کہ اس غزوہ میں ہوا ہوا ہمارے استدلال کا ناقض نہیں ہو سکتا معہذا زیادہ

تفصیل اس غزوہ کے اساری کی ہکونین ملی اور جب قدر ملی ہے اوکو ہم جو یہ بکے حال کے ساتھ بیان کریں گے جو منجمد سبایاے غزوہ ہذا سے تصور ہوئی ہیں اور اوسے کے ساتھ ان تمام اختلافات روایات کو بھی جو اس معاملہ میں ہیں اور نہایت تعجب انگیز ہیں بیان کریں گے

ذکر آنحضرت صلم کی سراری کا

مواہب لدینہ میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلم کی چار حرمین تھیں ماریقہ بطیہ قال صاحب المواہب - واما سراریہ فقيل انهن اربعة مارية القبطية بنت شمعون بفتح الثين المهملة اهداها له الموقر القبطي صاحب مصر و الاسكندرية و اهدى معها اختها سيرين بكسر السين المهملة و سکون المثناة التحتانية و کسر الراء و بالنون اخرها . . . و وہب صلم سیرین لِحسان بن ثابت وھی ام عبد الرحمن ابن حسان - و مارية هی ام ابراهيم ابن النبی صلم و ماتت مارية فی خلافة عمر رضی اللہ عنہ سنة ست عشر و دفنت بالبقيع -

بیٹی شمعون کی اوکو مقوقس مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ نے بطور تحفہ کے آنحضرت صلم کو بھیجا تھا اور اؤ کے ساتھ سیرین اوکی بہن ہی بھیجی تھی آن حضرت صلم نے سیرین کو حسان ابن ثابت کو دیدیا تھا اور اوسے سے عبد الرحمن ابن حسان پیدا ہوئے تھے اور ماریقہ بنت ابرہیم بیٹی پیغمبر خدا صلم کی ماں ہیں حضرت عمر کی خلافت میں ۶ سالہ ہجری میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئیں - اور ریحانہ بنت شمعون تھیں بنی قریظہ میں کی اور بعضوں نے کہا کہ بنی نضیر میں کی

دریغاً نة بنت شمعون مزبني قریظة
وقيل مزبني النضير والاول اظهر
وما انت قبل وفاة عليه السلام مرجعه
من حجة الوداع سنة عشر ودفنت
بالبقيع وكان عليها السلام وطها
بملات اليمين وقيل اغتقها وتزوجها
ولم يذکر ابن الاثیر غیره - والخری
وهبتها لزمیذ بنت حمش - الرابعة
اصابها فی بعض السبی -

اور پہلی بات ٹیک ہے اور کما انتقال قبل
وفات پیغمبر خدا صلعم کے ہو گیا جبکہ آپ
سالہ ہجری میں حجۃ الوداع سے واپس
تشریف لائے اور پیغمبر خدا صلعم بطور حرم
کے اوکو تصرف میں لائے تھے اور بعض
کہتے ہیں کہ اوکو آزار دیا تھا اور بہراؤن سے
نکاح کیا تھا اور ابن اثیر نے اسکے سوا اور
کوئی روایت نہیں لکھی - اور ایک اور تین
جبکہ زینب بنت حمش نے سہہ کیا تھا

اور چوتھی بھی تین جو کسی اڑائی کے قیدیوں میں سے آپ کے ہاتھ آئی تھیں -

اب ہم ان چاروں کا جبکہ رسول خدا صلعم کی حرمین بیان کیا گیا ہے جدا جدا حال لکھتے
ہیں - ماریہ قبطیہ کے بطور تحفہ آنے میں اور زینب رسول خدا صلعم کے تصرف میں آنے میں اور
اون سے حضرت ابراہیم کے پیدا ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے مگر شبہ بات میں ہے
کہ آنحضرت صلعم کا اوکو تصرف میں لانا جواز استرقاق کی دلیل ہو سکتی ہے یا نہیں ہم کہتے
ہیں کہ نہیں ہو سکتی اسلئے کہ قرآن مجید یا حدیث نبوی میں تو حکم علت اور سبب طاری ہونے
رقیت کا کسی جگہ مذکور نہیں ہے اور کہہ کو قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بعد شریع
زمانہ اسلام ہی جب تک احکام ازدواج نازل نہیں ہوئے تھے تمام ازدواج موافق رسم

وَلَا يَنْبَغُ لَهَا أَنْ تُدْرِكَ رَأْسَ رَجُلٍ وَلَا أَنْ يَكُونَ رَأْسُهَا مِثْلَ رَأْسِ رَجُلٍ
 حسنہن لہا ملکیت یمینہ۔
 کے بدلے اور جو روئیں کرنے اگر چاہوں
 حسن تجھ کو اچھا لگتا ہو۔

اس آیت میں جو لفظ نسا کا تھا جسکے معنی عورتوں کے ہیں ایسا عام تھا جس سے ما
 ملکیت یمینہ سے ہی حکم امتناعی متعلق ہوتا تھا اسلئے خدا تعالیٰ نے اسکو مستثنیٰ فرمایا اور
 وہ جو مستثنیٰ ہوئیں حضرت اریہ قبطیہ تھیں۔

اب کہ ان آیتوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ واقعات موافق رسم زمانہ عرب ہوئے
 تھے اور بعد وقوع بالتخصیص جائز رکھے گئے تھے اسلئے آئندہ کے استرقاق کی دلیل نہیں
 ہو سکتے خصوصاً جب کہ غلبہ و استیلا جو نذر وہ یہ میں بھی محقق ہوتا ہے باعث قیوت نہیں ہوا
 ریحانہ کا یہ حال ہے کہ وہ یہود بنی قریظہ میں کی ایک عورت تھیں اور قبل نزول آیت
 من ذلک کے تمام سبایا بنی قریظہ لوٹ دی و غلام بنائے گئے تھے جسکا حال ہم اوپر بیان
 کر چکے اور یہی بیان کر چکے کہ دلیل استرقاق نہیں ہو سکتا اور قبل نزول آیت حریت تمام مذہب کا واسطہ
 کہ وہ بطور حرم تصف رسول خدا صلعم میں آئی تھیں یا آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح
 کیا تھا بالکل انکار ہے۔ کسی معتبر حدیث میں ان میں سے کسی بات کا ذکر نہیں ہے بلکہ
 سیرت ہشامی میں جو روایت مندرج ہو اس سے ان دونوں باتوں کا غلط ہونا پایا جاتا ہے
 قال کان رسول اللہ صلعم قد صطفی
 لنفسه ریحانۃ بنت عمرو بن جحافۃ احدی
 نساء بنی عمرو بن قریظہ فکان عند
 چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلعم نے
 اسارے بنی قریظہ سے ریحانہ بنت عمرو بن
 جحافہ کو جو ایک عورت بنی عمرو بن قریظہ میں

رسول اللہ صلعم حتی توفی عنہا وہی فی ملکہ و
قد کان رسول اللہ صلعم عرض علیہا ان یتزوجھا
ویضرب علیہا الحجاب فقالت یا رسول اللہ بل تترک
فی ملک فہو اخف علی وعلیک فترکھا

سے تین اپنے لیے چن لیا تھا (قریبی
اوس لڑائی کے تقسیم ہوئے تھے شاید
آپ نے اونکو چن لیا ہو) پس وہ رسول خدا
صلعم کے پاس رہیں یہاں تک کہ حضرت

نے اونکو چھوڑ کر انتقال فرمایا اور وہ حضرت ہی کی ملک میں تھیں اور رسول خدا صلعم نے سچا
سے یہ بات کہی تھی کہ میں تم سے نکاح کر اون اور پردے میں بٹھاؤں ریحانہ نے کہا کہ
نہیں یا رسول اللہ مجھ کو یوں ہی اپنی لونڈی رہنے دو کہ یہ بات مجھ پر بھی آسان ہے اور
آپ پر بھی آسان ہے پس رسول خدا صلعم نے اونکو اسی طرح چھوڑ دیا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر رسول خدا صلعم اونکو اپنے تصرف میں لا ہی چکے تھے تو اون سے
پیغام نکاح کرنے اور اونکے نکاح کرنے کی کچھ وجہ عقول نہ تھی پس اسی روایت سے ظاہر
ہوتا ہے کہ اون پر رسول خدا صلعم نے کچھ تصرف نہیں کیا تھا موصوفین نے اپنی بدلتنی
برقیاس کر صرف اس بدگمانی سے کہ جب رسول خدا صلعم نے اونکو بطور لونڈی کے کھیا
تھا تو ضرور تصرف ہی کیا ہوگا یہ بات لکھدی ”وطیھا بملک الیمین“ حالانکہ اسکا

کچھ ثبوت نہیں۔ واہ کیا معتقدین رسول کے ہیں کہ جو خیرایان اوئین ہیں وہ سب پیغمبر
کی نسبت ہی قیاس کرتے ہیں اور جب ہم اون سے مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ ایسی بدگمانی پیغمبر سے مت کرو تو ہمارے زمانہ کی لنبی وار ہی اور اونچے پیغامہ والے
ہوگو غیر مقلد ایمہ اربع اور کا فر اور مجذباتے ہیں اور ہم اپنی اس فکر کو اونکے ایمان سے بہت لچھا

سمجھتے ہیں۔ لو کان الکفر حب الہی محمد فانی الشہد باللہ انی کافر۔

یتسری بے نام حرم کی نسبت لکھا ہے کہ وہیت زینب بنت جحش اسکا کچھ بیٹہ نہیں ہے نہ نام و نشان ہے نہ کچھ ثبوت ہے اور یہ عام قاعدہ مقلدین کا ہے کہ بے دھڑک اور بلا جوبات چاہتے ہیں رسول کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور جو اتہام چاہتے ہیں آنحضرت صلعم پر لگا دیتے ہیں گو یہ اتہام عمدتہ اور اسلئے جنم میں بن جائیں مگر اس میں کچھ ثواب بھی نہیں پانے کے۔

چوتھی بے نام حرم کا بھی یہی حال ہے جسکی نسبت لکھا ہے کہ "اصابہا فی بعض السبب" اگرچہ اس فرضی حرم کا بھی کہیں بیٹہ نہ ملتا مگر ہم نے اس بات کا کہو ج لگایا کہ رسول خدا صلعم کی جناب پر ان اتہام کرنے والوں کو موقع اتہام کیونکر ہاتھ آیا بہت فور کرنے کے بعد غزوہ بنی فزارہ کا حال ہمکو ملا جس میں ایک خوبصورت لڑکی بنی فزارہ کی قبل نزول آیت حریت سلمہ کے ہاتھ آئی تھی اور جناب رسول خدا صلعم نے باصرار اسکو سلمہ سے مانگ لیا تھا ان بے ادب مقلدین نے اس کو بھی حرم آنحضرت صلعم میں خیال کر لیا حالانکہ آنحضرت صلعم نے اسکو لیکر مکہ میں اس کے کنبہ کے پاس بھیج دیا تھا اور اس کے بدلے مسلمان قیدی جو پڑا لے تھے چنانچہ اس واقعہ کی حدیث صحیح مسلم سے ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔

ذکر آنحضرت صلعم کی بغض ازواج مطہرات کا

حضرت جویریہ بنت الحارث آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں انکا بھی

کچھ ذکر اس مقام پر لکھنا ضرور ہے۔ اونکے ازدواج کی نسبت اس قدر مختلف روایتیں ہیں کہ اونکو دیکھ کر تعجب معلوم ہوتا ہے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اونکو بنی مصطلق کے غزوہ میں جناب رسول خدا صلعم نے بطور لونڈی کے قیدی کیا۔ ہر ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول خدا صلعم نے فدیہ لیکر اونکو چھوڑ دیا ہر وہ مسلمان ہو گئیں اور رسول خدا صلعم نے اون سے نکاح کیا ایک روایت میں ہے کہ ثابت ابن قیس کی قید میں پڑیں اور اونہوں نے لونڈی بنایا پھر رسول خدا صلعم نے اونکو ثابت سے مول لیا پھر آزاد کیا پھر نکاح کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ثابت نے اونکو مکتب کیا وہ رسول خدا صلعم پاس گئیں اور مدد چاہی آنحضرت نے کتابت کو ادا کیا اور نکاح کر لیا چنانچہ یہ سب پریشان روایتیں اس مقام پر لکھی جاتی ہیں۔

یہ حدیث بھی صحیح مسلم میں ہے کہ حکمہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر قوم بنی مصطلق

قد اغارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بنی المصطلق وھم غارون وانما ھم شقوع الماء فقتل مقاتلتھم وسبا سبیھم وصاب یومئذ قال حبہ جویریۃ ادا لبت ثابت الحارث و فی روایۃ جویریۃ بنت الحارث دلم یثاق۔

کے اس حالت میں کہ وہ تفرق تھے اور اونکے جانور وغیرہ بانی پیتے تھے پس قتل کیا آپ نے مقابلہ کرنے والوں کو اور قید کیا قیدیوں کو اور اوی روز ہاتھ آئی کہا راوی نے گمان کرتا ہوں میں کہ کہا جویریہ یا کہا یقیناً بنت حارث اور ایک روایت میں کہا جویریہ بیٹی بنت حارث اور اسمیں کچھ شبہ نہیں کیا۔

اور سیرت ہشامی میں یہ روایت لکھی ہے کہ ابن ہشام سے روایہ ہے کہ جب آنحضرت
 قال ابن ہشام ویقال لما انصرف
 رسول اللہ صلعم من غزوة بنی المصطلق
 ومعه جویریۃ بنت الحارث فكان
 بذات الجیش دفع جویریۃ المرحیل
 من الانصار ودیعة وامرہ بالاحتفاظ ظہیہا
 وقد مر رسول اللہ صلعم المدینۃ فابل
 ابوہا الحارث بن العقیق ففداء
 ابنہ فلما کان بالعقیق نظر الی
 الابل الذی جاء بها للفداء فرغب
 فی بعرین منها فغیبہما فاشعب من
 شعب العقیق ثم اتی النبی صلعم فقال
 یا محمد اصبتہم ابنتی وهذا فداءہا
 فقال رسول اللہ صلعم فاین البعیران
 اللذان غیبت بالعیق فاشعب
 کذا وکذا فقال الحارث اشهد ان لا اله
 الا الله وانک رسول الله فوالله ما

بنی المصطلق کے غزوہ سے لوٹے تو
 آپ کے ساتھ جویریہ بنت الحارث بھی
 تئیں پس لشکر میں ایک انصاری شخص
 کے پاس بطور امانت اس جویریہ کو بھیجا
 اور اسکی حفاظت کی تاکید کی اور آنحضرت
 مدینہ منورہ کو تشریف لے آئے پس اس
 جویریہ کا باپ حارث بن ضرار اپنی بیٹی
 کا فدیہ لیکر آیا پس جبکہ عقیق کے قریب
 آیا تو جو اونٹ فدیہ کے لیے لایا تھا اون
 میں سے دو اونٹوں کو لالچ سے چھپا آیا
 اور آنحضرت کے پاس آکر کہا کہ اے محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاتھ میری بیٹی
 لگ گئی پس یہ اونٹ اوکے بدلے
 کے میں آنحضرت نے فرمایا کہ وہ دونوں
 اونٹ کمان میں جنگ تو عقیق کی کماؤ نہیں
 چھپا آیا ہے اور آنحضرت نے ٹھیک ٹھیک

أطلع على ذلك لا إله إلا الله فاسلم الحارث
واسلم معه ابنان له وناس من قومه و
أرسل إلى البعير فزجأ بهما فذفع لابل
إلى النبي صلعم ودفعته إليه ابنته جوير
فاسلمت وحسن إسلامها وخطبها رسول
الله صلعم إلى بيها فزوجه إياها و
أصدقها أربع مائة درهم وكانت قبل
رسول الله صلعم عند ابن عم لها يقال
له عبد الله -

اون کا بتا دیا اسوقت حارث نے کہا
اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسول
اللہ قسم اللہ کی نین اطلاق دی تھمکو اونٹوں
کے حال کی گھڑی پاک نے پس حارث مسلمان
ہوا اور اسکے ساتھ اسکے دو بیٹے مسلمان ہوئے
اور ایک آدمی کسی قوم کے مسلمان ہوا ایک آدمی
کو بھیج کر اسے وہ دونوں اونٹ منگالیے
اور آنحضرت کو دیدیے آنحضرت نے اسکی
بیٹی اس کے حوالہ کی جب کا نام جویریہ تھا پس

وہ مسلمان ہو گئی اور بہت بکی مسلمان ہوئی پس آنحضرت نے اسکو نکاح کا پیام دیا پس اس کے باپ
نے اسکا نکاح آنحضرت کے ساتھ کر دیا اور چار سو درہم اسکا مہر ہوا اور آنحضرت کے نکاح سے
پہلے ہی جویریہ اپنے چچا کے بیٹے عبد اللہ کے نکاح میں تھی -

یہی قصہ بعینہ استیعاب میں بہ تحت بیان حال حارث بن ابی صرود پر جویریہ کے لکھا ہے
اور بہ تحت بیان حال عبد اللہ بن حارث کے بھی یہی قصہ ہے مگر کچھ خفیت سا اختلاف ہے
مگر جویریہ کی نسبت جو روایتیں ہیں وہ کسی مختلف ہیں سیرت مشامی میں لکھا ہے کہ
قال ابن هشام ويقال اشتراها رسول
الله من ثابت بن قيس فاعتقها
یہ بات کہی گئی ہے کہ رسول خدا صلعم نے
اون کو ثابت بن قیس سے مول لیا پھر آزاد

وتزوجها واصلها اربعاً في درهم

کر دیا اور اون سے نکاح کیا اور چار سو درہم
اؤ نکاح کرنا ہوا۔

اور استیعابین اور یہی کچھ لکھا ہے اوسکا مختصر سیرت ہشامی میں ہی موجود ہے مگر اس
فی الاستیعاب فی ترجمۃ جویریۃ نروج
النبی صلعم۔ سبا ہا رسول اللہ صلعم
یوم المریسۃ فی سنۃ خمس و قبل فی سنۃ
ست و لم یختلفوا انھا اصابہا فی ثلاث
الغزوة و کانت قبلہ تحت سافع بن
صفوان المصطلقی و کانت قد وقعت
فی سہم ثابت بن قیس بن سہام و ابن
عم لہ و کاتبہ عن نفسہا و کانت امراة
جمیلة قالت عایشہ کانت جویریۃ علیہا
حلاوة و ملاحۃ و لایکاد یریکھا احد
الا وقعت بنفسہ قالت فانت رسول اللہ
تستعینہ علمک انتہا قالت فواللہ ما ہول
ان رایتہا علی باب الحجۃ فکرمہا و عرفہ
انہ سیری منہا مثل الذی رایت فقال

مقام پر ہم استیعاب کی روایت جو اصل
ہے لگتے ہیں استیعابین بیچ حال
جویریہ بی بی رسول خدا کے لکھا ہے کہ
آنحضرت نے اؤ کو یوم المریسۃ شنبہ ہی
میں اور بعض نے لکھا ہے کہ شنبہ ہی
میں قید کیا تا مگر اسمین کسی کا اختلاف
نہیں ہے کہ یہ اسی غزوہ میں ہاتھ لگی تھی
اور اس سے پہلے یہ سافع ابن صفوان کے
نکاح میں تھی اور ثابت بن قیس بن سہام
اور اؤ کے چچا کے بیٹے کے حصہ میں آئی
تھی اور اؤ نے اؤ کو نکاح کر دیا تھا اور یہ
جویریہ ایک خوبصورت عورت تھی حضرت
عائشہ نے فرمایا ہے کہ جویریہ ایسی عورت
تھی کہ اسمین ایک قسم کی ملاحت اور

یا رسول اللہ انا جویریۃ بنت الحارث
 بن ابی ضرار سید قومہ وقد اصابنی
 من الکلام ما لم یخف علیک ففوت فی
 السہم لثابت ولا بنعم لہ فکاتبہ
 علی نفسی وحبیبہ استعینک فقال لہا
 هل لک فی خیر من ذلک قالت وما ہو
 یا رسول اللہ قال قضی کتابک واتزوجک
 قالت نعم قال قد فعلت وخرج الخبزی
 الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تزوج جویریۃ بنت الحارث فقال
 الناس صہر رسول اللہ صلعم فارسلوا
 ما فیہم من سب یا بنی المصطلق
 قالت عائشۃ فلا نعلم امرأۃ کانت اعظم
 بركة علی قومها منها وکان اسمہا برة
 فقیر رسول اللہ صلعم اسمہا وسماہا
 جویریۃ وتوفیت فی رابع لاول سنۃ
 ست وخمسين -

حلاوت وولون باتین تہین اور جو شخص آپ کو
 دیکھتا تھا اس کے دل میں وہ کب جاتی تھی پس
 وہ آنحضرت کے پاس اس لیے آئی کہ آپ
 اس کی خلاصی میں کچھ اعانت فرماوین حضرت
 عائشہ فرماتی ہیں کہ وہ آنحضرت کے حجرہ
 کے دروازہ پر جا کھڑی ہوئی پس مجھ کو
 ناگوار گزارا اور میں نے جان لیا کہ جو بات
 آئین میں نے دیکھی ہو وہی وہ دیکھنے کے پس اس جویریہ
 نے کہا یا رسول اللہ میں جویریۃ بنت حارث ہوں اور
 حارث سیاقوم ہوا جو کچھ میری نصیب میں لکھا تھا وہ
 آپ کو معلوم ہی ہو میں ثابت بن قیس اور اس کے چچا
 بہائی کے حصہ میں آئی ہوں پس اس نے
 مجھ کو مکاتب کر دیا ہے اس لیے میں آپ کی
 خدمت میں آئی ہوں کہ آپ میری خلاصی
 میں معاونت فرماوین آنحضرت نے فرمایا کہ
 اگر تجھ کو اس سے بہتر بات نصیب ہو تو تو
 راضی ہے اس نے کہا کہ وہ کیا ہے

آنحضرت نے کہا کہ میں تیرے بدلے کا روپیہ دیکر تجھکو چٹالوں اور تجھ سے نکاح کر لوں
 اوسنے کہا کہ مجھے منظور ہے پس اس وقت یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو گئی کہ آنحضرت
 نے جو یہ بنت حارث سے نکاح کر لیا پس بعض لوگوں نے کہا کہ آنحضرت نے صہر کیا
 یعنی قبیلہ بنی المصطلق سے خوشی کی ہے پس جس کسی کے پاس قوم بنی المصطلق کے
 قیدی تھے سب نے چھوڑ دیے حضرت رعایشہ فرماتی ہیں کہ پہرینے کوئی عورت جو میرے
 بڑ بھرا بابرکت اوسکی قوم کی ندکیہی اور اسکا نام برہ تھا پس آنحضرت نے اوسکو بڑ لکڑ پیر یہ رکھ دیا
 اوسنے ۶۷ھ میں ربیع الاول کے مہینے میں وفات پائی۔

پس یہ تمام روایتیں جو ایسی مختلف ہیں اور بعض بے سند ہیں اور بعض ایسی بے ادبی
 کی باتیں آنحضرت صلم کی نسبت منسوب کی ہیں جیسے کہ خود اون راویوں کی طینت تھی
 تو بجز اون لوگوں کے جنکی آنکھیں ظلمت تقلید سے کسی چیز کو نہیں دیکھتیں اور کون سچا مسلمان
 جو درحقیقت رسول صلم کی محبت کو تمام چیزوں سے اور زیادہ محبت سے زیادہ عزیز
 سمجھتا ہوا اوسکو تسلیم کرے گا اور کیونکر ان واقعات مشتبہ کو فعل رسول خدا صلم قرار دیکر
 اوسپر ایک مسئلہ عظیم الشان معرکہ الاراء کی بنیاد قائم کرے گا با این مبہم کہتے ہیں کہ وہ جو
 کچھ ہوا قبل نزول آیت من ذلّٰل ہوا اور اسلئے وہ واقعات کسی طرح پر ہونے ہوں بنیاد
 مسئلہ استرقاق نہیں ہو سکتے۔

حضرت صفیہ بنت حی ابن اخطب الیہودی اکثر روایتوں میں ہے کہ حضرت صفیہ
 خیبر کی لڑائی میں کپڑی گئیں اور بطور لونڈی کے دھیکلی کے حصّہ میں آئیں اون سے

مول لیکر رسول خدا صلعم نے اذن سے نکاح کیا چنانچہ مویا مہب اور اورکتابون میں بھی اسے طح لکھا
صفیہ بنت حمی ابن اخطب لہودی
و قعت فی سہم دحیہ بن خلیفۃ الکلبی
فا شترہا رسول اللہ صلعم بارسوس
اختلف فی عددہا و اعتقہا و تزوجہا
و ذلک سنة سبع۔

اور یہ سکنہ میں ہوا۔

اور تیر مہنامی میں جو روایت ہے اس میں اختلاف ہے اس سے دحیہ سے خرید کرنا
و تزوج رسول اللہ صلعم صفیہ بنت
حمی بن اخطب سباہا من خبیذہا صطفی
لنفسہ و اولہ رسول اللہ صلعم ولیمۃ
ما فیہا شعم و لالحم و کان سودیقا
و تمرا۔

ولیمہ کیا تھا جسمین گن گوشت تہا نہ شعم تھی صفیہ رستوا اور چہو ہاے تھے۔

اور ابن شہاب کی روایت میں ہے کہ کانت مما آفأ اللہ علیہ اور یہ روایت باطل
مخالفت روایت خرید کی ہے مگر اس سے زیادہ بخاری کی حدیث ہے جس سے یہ بات
معلوم ہوتی ہے کہ حضرت صفیہ کو کسی نے لوٹڈی یا مملکت ابانکم میں سمجھا ہے نہیں دراصل

واقعہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انکا شوہر کرناہ ابن الحقیق خیبر کی لڑائی میں مارا گیا وہ رائٹر رہ گئیں
اون سے حضرت نے نکاح کر لیا راویوں نے اونکو سبایا میں سجھا اور اوسپر قیاساً قصے بنا دیے
چنانچہ وہ حدیث بخاری کی یہ ہے۔

حمید سے روایت ہے، اونہون نے انس سے سنا ہے کہ آنحضرتؐ نے تین شب دریاں
عن حمید لاندہ سمع انس یقول اقام
النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین خیبر
والمدینۃ ثلثۃ لیلال بین علیہ
بصفیۃ فدعوت المسلمین لے ولیمتہ
وما کان فیہا من خمر ولا لحم
وما کان فیہا الا ان امر بلاکلا
بالانطاع فبسطت فالفقت لیہا التمر
والاخط والسمن فزال المسلمون احدى
امہات المؤمنین او ما ملکک یمنیہ
قالوا ان حجبہا فہی احدى امہات
المؤمنین فان لعجبہا فہی
صما ملکک یمنیہ فلما ارسل رجل وطء
خلفہ ومدا الحجاب۔

خیبر اور مدینہ کے قیام فرمایا اور وہیں حضرت
صفیہ سے صحبت کی اور اونکے ولیمہ کے
واسطے خود مین نے ہی مسلمانوں کو بلایا
مگر اس ولیمہ میں روٹی یا گوشت کچھ نہ تھا
صرف یہ تھا کہ آنحضرتؐ نے حضرت بلال
کو حکم دیا کہ تم دسترخوان بچھا دو اونہون نے
دسترخوان بچھا دیا پس آپ نے اوس پر
چھو بارے اور اقط (یہ ایک کمانا دہی سے
عرب میں بنتا ہے) ادرسکہ رکھ دیا پس
مسلمانوں نے کہا کہ آیا یہ آنحضرتؐ کی بیوی
ہیں یا کوئی لونڈی ہیں لوگوں نے جواب دیا
کہ اگر آنحضرتؐ اونکو پردہ میں لجاویں تو بیوی
ہیں نہیں تو لونڈی ہیں پس جب آپ نے

کو بچ کیا تو صفیہ کو پس پشت بیٹھا کر پردہ روک دیا۔

پس ان مختلف روایتوں سے یہ بات کہ حقیقت کیا واقعہ پیش آیا اور فعل جناب رسول خدا صلعم کا سطح اور کس سبب سے واقع ہوا بخوبی ثابت و متحقق نہیں ہوتا اور اسی لیے یہ واقعات کسی مسئلہ عظیمہ شرعیہ کی بنیاد نہیں ہو سکتے معذرا اگر فرض کیا جاوے کہ یہ سب واقعات اس سطح پر واقع ہوئے تھے اور استرقاق اساری عمل میں آیا تو بھی یہ سب واقعات ماقبل نزول آیت منوفہ ادا کے ہیں اور اس لیے بنیاد مسئلہ استرقاق اساری نہیں ہو سکتے۔

روایات متفرقہ

بخاری و مسلم بن ابی ہریرہ سے یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلعم کو اسطے	قال اهدی رجل لرسول الله صلعم غلاما
ایک غلام بطور ہدیہ یہیجا جس کا نام مدعم تھا	يقال له مدعم يخطو حلا لرسول
پس ایک مرتبہ وہ آنحضرت کا اسباب و تاتار	الله صلى الله عليه وسلم اذا صابه سهم
تھا کہ ناگاہ اس کو ایک مقام پر ایک تیر لگا اور اس	عائره فقتله الخ
سے وہ مر گیا۔	

یہ حدیث ہمارے مدعا کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ بتلاے اسلام میں جو لوگ غلام تھے وہ سب بطور غلام تسلیم کیے گئے تھے۔

خاتمہ

بعض شبہات کے جواب میں

اگرچہ ہماری اس تحریر سے بخوبی تشفی ہوتی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے غلامی کو

نہیب اسلام سے معدوم کر دیا تب ہی بلاشبہ مسلمانوں کے دل میں دوشنبے پیدا ہو گئے۔
 اول - یہ کہ بعد رسول خدا صلعم کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کے بعد
 خلافت میں نسبت قیدیوں کے کیا عمل درآمد رہا اور صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں جسکی نسبت
 یہ عمل مقبول صلعم نے فرمایا ہے کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلوہم ثم الذین یلوہم
 کیا ہوا۔ دوم - یہ کہ تیرہویں صدی میں تمام اہل قبلہ اور اجماع امت کے برخلاف یہ مسئلہ
 کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے۔

پہلے شبہ کی تحقیق نہایت سچ اور بالکل صحیح اور مطابق واقع کے یہ ہے کہ خلفائے
 راشدین کا انحصار صرف پانچ میں ہے۔ ابو بکر صدیق - عمر فاروق - عثمان غنی -
 علی مرتضیٰ - حسن مجتبیٰ۔ خاتم اختلاف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور ان کا زمانہ
 خلافت صرف تیس برس ہے اس کے بعد زمانہ خلافت نہیں ہے بلکہ عدو دولت ملوک
 عضو ض ہے الا ماشاء اللہ غرض کہ اس زمانہ کے بعد کسی شخص پر خلیفہ نبی اور جانشین نبی
 کا اطلاق نہیں ہو سکتا البتہ بادشاہان اسلام تھے جنہیں سے بہت سونے ہزاروں ظلم
 اور ہزاروں کام خلافت مذہب اسلام کیسے اور بعضوں نے کچھ کم اور کسی نے بہت زیادہ انصاف
 کیا اور احکام مذہب اسلام کی پیروی کی اور حتی المقدور انکو سچا لایا پس جس قدر یہ حکومتیں
 وہ صرف ہزاروں ہی پانچ خلیفوں کے زمانہ کی ہے نہ اور کسی عدو کی۔

مگر اولاً نہایت ٹنڈے دل سے اور انصاف سے اور بیہودہ اور غلط مذہبی غلو کو ایک
 لمحہ کے لیے چھوڑ کر یہ بات سمجھنی چاہیے کہ جناب رسول خدا صلعم کے یہ فرمانے تھے کہ

خیر القرون قرنی شمس الذین یؤمنہم ثم الذین یؤمنہم یہ لازم نہیں آتا کہ اس زمانہ کے لوگ معصوم اور بشریت سے مبرا ہیں بلکہ وہ سب انسان مگر ہمارے سردار اور بڑبیوا اور ہمارے سر تاج تھے انکا قول و فعل ہمارے لیے ہدایت ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ وہ خاص انکا قول و فعل ہے بلکہ اس یقین یا حسن ظن سے کہ وہ قول و فعل رسول خدا صلعم کا قول و فعل ہے یا ہوگا پس تمام اقوال اور افعال صحابہ کو واجب العمل سمجھتے کے لیے یا حکم یقین کا اس ہونا چاہیے کہ بلاشبہ یہ قول و فعل رسول مقبول کا ہے یا اس کے ایسا ہونے کا ہمسو حسن ظن ہونا چاہیے اور حسن ظن اسی وقت تک باقی رہتا ہے جبکہ برخلاف اس کے کہی گئی تہمت موجود نہیں ہونا الا جب خلافت اس کے ثبوت موجود ہوا تو اوسیم حسن ظن ساقط ہو گیا۔ اور یہ خیال کرنا کہ اگر کچھ کسی صحابی کے قول و فعل کی نسبت یگانہ کریں کہ مطابق قول و فعل رسول مقبول کے نہ تھا تو ان کی شان کے منقصت اور کمال بے ادبی اور ہمایہ ایمان کے نقصان کی بات ہے ایک غلط اور بیجا غلو نہ ہی ہے صحابہ ہزاروں کام اپنی سمجھ اور اپنے اجتہاد سے کرتے تھے اور جب اسکی غلطی ظاہر ہوتی تھی یا کسی دوسرے صحابی سے اس کے برخلاف قول یا فعل رسول مقبول کا دریافت ہوتا تھا فی الفور اس سے رجوع کرتے تھے بہت کثرت سے مسائل میں کہ جنہیں باہم صحابہ کے اختلاف رہا ہے اور ان دونوں کا صحیح ہونا محال۔ یہ کہیں کسی صحابی نے اپنے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا پس یہ تمام اوہام بجا اور غلو نہ ہی سبب جو خود بننے اپنے دل سے پیدا کیا ہے۔

صحابہ کی چیرہ روی امور مذہبی میں ہم اپنی نجات کا باعث سمجھتے ہیں مگر ہمارا فرض ہے کہ

اول ہم یہ بات دیکھیں کہ رسول مقبول صلعم نے کیا فرمایا ہے جب آنحضرت کا قول نہ ملے تو دیکھیں کہ صحابہ کیا فرماتے ہیں جب وہ نہ معلوم ہو تو دیکھیں کہ ائمہ کبھی کیا کہتے ہیں پھر اگر صحت و غلطی کا امتحان کر کر اسکو تسلیم کریں۔

بعینہ اسکی ایسی مثال ہے کہ ہکوا احکام مذہبی بجا لاسنے میں اول قرآن مجید پڑھیں کرنا چاہیئے پھر حدیث پھر قیاس منصوص علت اور اجتہاد پھر جبکہ ہم ساری کی نسبت نص صریح قرآن مجید میں پاتے ہیں اور مزید سے بران ثابت ہوتا ہے کہ روز دفات تک اویسی پر رسول خدا صلعم کا عمل رہا ہے تو اب ہکوا اس بات کی تفتیش کی کہ خطائے راشدین کے زمانہ میں کیا ہوا کچھ حاجت نہیں رہی کیونکہ اس زمانہ میں کچھ ہی ہوا اور کچھ ہی اسکا سبب قرار دیا جاوے ہکوا تو اپنے محبوب رسول صلعم کی پیروی ضرور ہوگی اور مسئلہ اسلام کا تو وہی قرار پاوے گا جو ان مجیدین ہے نہ اور کوئی۔

بایں ہمہ ہم صحابہ کرام اور خلفائے خمسہ راشدین کے زمانہ کے حالات دریافت کرنے کے نہایت آرزو مند ہیں اور حالات و واقعات سے ہکوا بڑی ہدایت ہوتی ہے اور بنو مسلمہ کہ ہنہ قرآن سے یا حدیث سے نکالا ہے اسکے صحیح ہونے اور اس استنباط کے درست ہونے کے لیے کسوٹی ہوتے ہیں جن سے ہماری سمجھ کا کہو ٹاکر اور ہونا پکھا جاتا ہے مگر مشکل ہے کہ جو محاربات کہ خلفائے خمسہ راشدین کے وقت میں ہوئے اور پربلائق ائمہ اور طائیت کے اطلاع حاصل ہونے کو ہمارے پاس کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے کہ سبب احادیث میں وہ واقعات بہت کم ہیں کتب سیر و تواریخ میں وہ پائے جاتے ہیں مگر وہ ان

وقصد حاتم طائی سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتین اس لیے کہ اپنے ثبوت کے لیے بالکل متنازع دوسری سند یا دلیل یا کسی اور وجہ قابل اعتماد کی بین پس اگر وہ روایتیں اوکتا بین ہمارے مذہب کی بنیاد قرار پادین اور اون پر مسائل مذاہب کا مدار ٹھہرے تو مسلمان فی مذہب یا تو نو نڈوان کا کھیل اور دیو پری کا قصہ ہو جاوے گا غود باللہ منہا۔

علماء محدثین رحمہم اللہ اجمعین نے احادیث کے جمع کرنے اور اون کی صحت کی تحقیق میں نہایت کوشش کی ہے اور سب سے پہلی حدیث کی کتاب ابن کثیر کا یہاں تک کہ بخاری و مسلم کا بھی خیال ہے کہ بعد تحقیق کے بھی ان کی احادیث مندرجہ فقہیہ ظن یا ظن غالب کی ہیں تو واسے رجال کتب سیر و تواریخ کے کہ اون سے تو بجز چند واقعات ناقابل الاشتباہ کے وقوع کی اطلاع کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اگر اون کتابوں کو ہم استنباط مسائل مذہبی میں دخل دین تو ہم صاف صاف ہندوؤں کے مقلد ہو گئے جنہوں نے ہماہارت کو اپنے ہاں کتب مقدسہ میں داخل کر لیا ہے۔

دوسرا شبہ تو نہایت ہی لغو اور نالائق التفات ہی یہ مسئلہ ہے کہ اجماع اس کے کوئی حکم شرعی قایم نہیں حکم منزل من اللہ قائم ہو جاتا ہے غلط محض ہے کہ اجماع متعصی علی الضلالہ اور منشد شد فی الناس کی صحت تسلیم کرنے کے بعد بھی کہی انکا یہ مطلب کہ خدا یا رسول اللہ صلعم نے جماعت کو دوسرا شائع یا موجد احکام مذہب بنایا تھا یا اوس کو معصوم یا ناقابل سہو و خطا ٹھہرایا تھا نہ تھا اسکی بحث کے لیے ایک دوسرا سامان چاہیے مگر اس مقام پر اس قدر لکھنا چاہیے کہ صحیح مسئلہ اسلام کا یہ ہے کہ جب طرح ایک

اوسکی کا خطا میں پڑنا ممکن ہے اسی طرح ایک گروہ کا بلکہ ایک زمانہ کے زمانہ کے لوگوں کا خطا میں پڑنا ممکن ہے پس اِن بابت ہر ایک شخص پر جو اول جماع کو غلط یا غلط بنیاد پر سمجھتا ہو واجب العمل نہیں ہے۔

غلامی پر جو اجماع امت ہوا ہے اَب اوسکی غلطی عدلانیہ ظاہر ہوتی ہے اول تو نص صریح قرآنی کے برخلاف ہے دوسرے اول جماع کا سبب کوئی حکم احکام مذہبی سے نہ تھا بلکہ ایک اتفاقیہ طبعی ایسا سبب تھا کہ نادانستہ اوس نے غفلت ہو گئی چند روز اتفاقاً غفلت رہی اوس زمانہ کے بعد کے لوگوں نے اوس ذہول کو امر تصدی اور ارادی سمجھا اور اوس سے استنباط مسائل کیا اوس کے بعد غفلت تقلید نے دنیا میں اندھیرا کر دیا اور سب اوسکی پیروی کرتے رہے اور انہوں نے خود بلا قصد اجماع اور پیر اجتماع ہو گیا

تفصیل اسکی یہ ہے کہ عرب میں مزاج لونڈی و غلام کا اور لڑائی کے قیدیوں کو لونڈی و غلام بنانے کا ایسا قدیم چلا آتا تھا اور ایسا بے غیب سمجھا جاتا تھا کہ کسی کے دل میں اسکا خیال بھی نہ تھا کہ اوسکی موقوفی ہوگی اس خیال کو بعض واقعات ابتدائی زمانہ اسلام نے جمین لڑائی کے قیدیوں کو بطور رسم زمانہ قدیم لونڈی و غلام سمجھا اور نیز مذہب اسلام کے ان احکام نے جن سے وہ لونڈی و غلام جو قبل نزول آیت حریت لونڈی و غلام ہو چکے تھے بطور لونڈی و غلام کے تسلیم کیے گئے تھے اور متعدد احکام اوسکی نسبت قرآن و حدیث میں موجود تھے اور بھی زیادہ مستحکم اور بختہ کو یا تھا اخیر غزوات میں آیت منزل انازل ہوئی اوس آیت میں بھی قیدیوں کی نسبت احکام محصورہ صادر ہوئے اور انکا لونڈی و غلام

بنانا الفاظ صریح سے نہیں بلکہ بوجہ حصر باطل کیا گیا بعد نزول اوس آیت کے جناب رسول خدا صلعم نے اگرچہ تمام اساری پر منوف لایا الا جو کہ قبل نزول اس آیت کے بھی ایسا ہوتا تھا اس سبب سے خیال حصر موجودہ آیت پر نہ ہوا اور اس کے بعد قلیل زمانہ میں رسول خدا صلعم نے رحلت فرمائی صحابہ کے زمانہ میں اوس پر خیال نہ ہونا بوجہ بات مذکورہ بالا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے شراب کی حرمت نازل ہونے کے بعد کوئی نہیں سمجھا تھا کہ شراب حرام ہو گئی ہے یہاں تک کہ تین دفعہ اوس کی حرمت نازل ہوئی بیع اموات اولاد ممنوع ہونے پر ابتداً عہد خلافت حضرت عمر تک بیع ہوتی رہی متعہ کے غیر ممنوع ہونے پر متعدد صحابہ بلکہ حضرت علی مرتضیٰ کو بھی خیال نہ تھا علاوہ اسکے خلفائے راشدین کے زمانہ میں پر خیال نہ ہونے کا یہی سبب ہو گا اور ان کے وقت میں اس مسئلہ پر بحث ہونے کا بہت کم موقع ملا حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت مرتدین کے مطیع کرنے میں ختم ہو گئی اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں دار الخلافہ سے بہت دور دور کے فاصلہ پر اٹایا ان میں اور حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت آپس کے جھگڑے میں انجام ہوئی اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی خلافت تو آفتاب یوم باران کی مانند تھی اور یہ بڑے قوی ایسا باتھے جنکے سبب سے آیت منوف لایا کا حصر خیال سے خارج رہا۔

اوس زمانہ کے بعد لوگوں کی تو جہاں سببات پر زیادہ رہتی کہ اوس زمانہ کے واقعات کو جہاں تک ہو سکے دلائل سے قوی کریں اس لیے غلامی کی نسبت آیات تلاش ہونے لگیں اور مجبوری آیت منوف لایا کو منسوخ بتانے لگے بہر حال یہ جو کچھ ہوا اوس کی نسبت

یہ بات تسلیم ہو سکتی ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کی غلامی کی نسبت یہ راجی تھی مگر وہ اسے مذہب اسلام کا مسئلہ اور حکم منزل من اللہ نہیں قرار پاسکتا اور نہ اسلام پان لوگوں کی اسے سے کچھ داغ لگ سکتا ہے۔

مگر یہ بات ظاہر ہے کہ یہ بحث جو بحث شروع کی ایک ایسی بحث ہے کہ ساڑھے بارہ سو برس کے درمیان میں شاید کسی نے نہیں کی اور بلاشبہ اس وقت ہم پر خرق اجماع اور تخلف اجماع است کا الزام لگایا جاتا ہے مگر چونکہ مسلمانوں کا مقرر کیا ہوا یہ ایک مسئلہ ہے کہ اجماع ثانی اجماع اول کو منسوخ کر دیتا ہے اور اجماع ثانی شروع ہونے کے لیے ضرور ہے کہ کوئی نہ کوئی شخص اجماع اول سے اختلاف کرے پس وہ شخص میں ہون اور کیا عجب ہے کہ اس پر اجماع ہو جاوے اور اجماع ثانی اجماع اول کو منسوخ کر دے اور یہ جو ٹاواغ جو چمنے اپنی غلطی سے اسلام کے خوبصورت چہرہ پر لگایا ہے ہمیشہ کے لیے مٹ جاوے۔

اے میرے بہائی مسلمانوں یہ ب باتیں جو اس وقت تمہارے دل میں ہیں بسبب خیالات کے محدود ہونے کے ہیں جو ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب میں بسبب محدود ہونے علم کے تھے مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا اور انسانی ہر ایک چیز کو ترقی اور اس کے خیالات کو وسعت ہوتی جاتی ہے پس وہ زمانہ کچھ دور نہیں ہے کہ جب طبع اب تم میری بات سے نفرت کرتے ہو اور یہ طبع ان سب باتوں کی دل سے تصدیق کر دے اور اس وقت تم کو اسلام کی حقیقت معلوم ہوگی اور جب قدر کہ اس وقت اس کے بن سمجھے خوبی تمہارے دل میں ہے اس سے ہر زادہ زیادہ سچی اور دل کی تصدیق کی ہوئی خوبی تمہارے دل میں سمائے گی اور اس وقت

پکے مسلمان ہو گے۔

اللهم ارزقنا حقيقة الاسلام وامتناعا عليه آمين

بِالْخَيْرِ



س ۱-۱

۲۹۷۶ ۷۵

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۲۹/۱۱/۱۳۵۷
۵۵-۲-۷

۲۳ ۲۸

